اپریل، مئی، جون-2023

April- May-June- 2022

اولیا کاؤنسل آف نارتھ امریکہ کی پیشکش

سہ ماہی صوفی ٹائمز

SUFI TIMES • QUARTERLY • سہ ماہی صوفی ٹائمز

AULIYA COUNCIL OF NORTH AMERICA

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نمبر

زیرسرپرستی: شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

سہ ماہی صوفی ٹائمز

QUARTERLY
SUFI TIMES

رمضان المبارک،۱۴۴۴ھ

خواجہ غریب نوازؒ نمبر

جلد: 01

رمضان المبارک،۱۴۴۴ھ

خواجہ غریب نوازؒ نمبر

مینجنگ ایڈیٹر:

ڈاکٹر سید محمود مہدی کاظمی چشتی فریدی

مدیر اعلیٰ:

مفتی امام الدین سعیدی (ادارہ شرعیہ کاٹھمنڈو نیپال)

مدیران اعزازی:

مولانا علی سعید، مولانا کامران چشتی

مشیر اعلیٰ:

ڈاکٹر ذیشان مصباحی، غلام رسول دہلوی

مجلس ادارت:

ڈاکٹر ذیشان مصباحی، ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی، ضیاء الرحمٰن علیمی، مفتی امام الدین سعیدی، مولانا محمد ذکی، مفتی غلام مصطفیٰ، مولانا علی سعید (جامعہ عارفیہ الہ آباد کے استاتذہ کی نگرانی)، غلام رسول دہلوی، ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن، استاد جواہر لعل یونیورسٹی۔

اردو ایڈیشن ایگزیکٹیو ایڈیٹر:

مولانا امام الدین سعیدی

انگریزی ایڈیشن:

ڈاکٹر سید محمود مہدی کاظمی چشتی فریدی، (ایگزیکٹیو ایڈیٹر، ڈائریکٹر: اولیاء کاؤنسل آف نارتھ امریکہ)

ترتیب و تالیف اور طباعت:

ارشد فریدی صاحب اور روزنامہ میراوطن، ٹیم

تزئین کاری اور ڈیزائننگ:

محمد ذیشان قاسمی

کمپوزنگ:

شہاب الدین خان

ناشر: اولیاء کونسل آف نارتھ امریکہ

ڈاکٹر سید محمود مہدی کاظمی چشتی فریدی، (ایگزیکٹیو ایڈیٹر، ڈائریکٹر: اولیاء کاؤنسل آف نارتھ امریکہ)

سرکولیشن اور میڈیا منیجر

محمود اشرف، (اولیاء کاؤنسل آف نارتھ امریکہ)

ٹوٹل صفحہ: 50

ای میل: auliyacouncil@gmail.com

مراسلات کا پتہ: 85، ماؤنتھ ہوپ روڈ، میہو پیک، نیویارک-10541

مقام اشاعت: 85، ماؤنتھ ہوپ روڈ، میہو پیک، نیویارک-10541 (یوایس)

نوٹ: مضمون نگار کے افکار ونظریات سے ادارے کا اتفاق ہونا ضروری نہیں ہے

مضامین کی فہرست

نمبر شمار	عنوان		صفحہ
1	اداریہ	ڈاکٹر ایم مہدی کاظمی	5
2	حیات خواجہ کے تابندہ نقوش	ڈاکٹر ذیشان احمد مصباحی	12
3	تعلیمات خواجہ غریب نواز کی عصری معنویت	مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی	15
4	آداب خانقاہ، اقوال مشائخ کی روشنی میں	امام الدین سعیدی	19
5	مجدد سلسلہ صفویہ مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہ	ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی	22
6	مرید کے اوصاف	اقتباسات از فوائد سعدیہ	26
7	خواجہ غریب نواز شہنشاہوں کی شہرت اور جاہ وجلال کو کیوں پیچھے چھوڑ گئے؟	ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن	27
8	سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ	مفتی آفتاب رشک مصباحی	29
9	صوفی ادب		31
10	ایڈیٹر کے نام خط	فیصل صدیقی کراچی	32
11	نیک خواہشات	ساجدہ خاتون	33
12	مبارکباد	پیرزادہ عیاض الدین چشتی عرف رئیس میاں	34

اداریہ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحیم ہے۔

اہلِ بیت، امام حسن و امام حسین، اور میرے پیارے اولیا کی نگاہ کرم۔

اولیا کانسل آف نارتھ امریکہ نیویارک میں قائم ایک ایسی تنظیم ہے، جو ایمان و روحانیت، اعمال و اخلاق، تہذیب و تمدن کو اس صوفی کی منہج کی طرف گامزن کرنے کے لیے وقف ہے جسے برصغیر ہند و پاک کے صوفیہ و اولیا نے اپنایا۔ باہمی اتحاد و محبت اور عدل و انصاف صوفی طرزِ زندگی کے بنیادی تصورات ہیں۔ اس لیے کونسل ان کی یاد مناتی ہے اور روحانیت و صوفی طرزِ زندگی کے نقوش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کررہی ہے۔ بالعموم پوری انسانیت کے لیے اور بالخصوص مسلمانوں کے لیے کام کررہی ہے۔

برصغیر پاک و ہند کو اللہ تعالیٰ نے کم از کم ایک ہزار صوفی اولیاء سے، ان کے بے پناہ ذخیرہ علم اور خزانہ حکمت سے نوازا، اسلام کے تمام پہلوؤں پر گہری تحقیق اور اس کے دوسرے مذاہب کے ساتھ ہم آہنگی کی نعمت سے نوازا، انفرادی اور اجتماعی / معاشرتی (ذاتی اور سماجی) پہلو، انسانی وجود کے ثقافتی، روحانی، معاشی، سیاسی، فلسفیانہ ظاہری اور باطنی تمام پہلوؤں کی نعمت سے نوازا۔

کونسل ان تمام گوشوں میں کام کرنے اور اولیائے کرام کی بنیادی تعلیمات پر بلاتفریق ملک و نسل ایک کمیونٹی کی تعمیر کرنے کی کوشش میں سرگرداں ہے۔ یہاں ایسی محافل منعقد ہوتی ہیں جن کے ذریعہ سے ان چیزوں کو بروئے کار لانے کی کوشش کرتی ہے۔ کونسل کا صدر دفتر نیویارک شہر کے باہر ایک چھوٹے سے قصبے کے ایک سابق گرجا گھر میں بنایا گیا ہے اور 2017 میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ کونسل نے اپنے صدر دفتر - خانقاہ چشتیہ فریدیہ اور امام بارگاہ حسینیہ سجادیہ پر ایک خانقاہ اور امام بارگاہ قائم کیا ہے۔ صوفیانہ رسومات، سماع، تحقیق، تعلیم و تعلم، معاشرتی انقلاب اور برصغیر کے مختلف تعلیمی اداروں اور درگاہوں سے مضبوط تعلق و رشتہ نے کونسل کے مشن اور خواب کو مزید قوت بخشی ہے۔

اس عظیم تحریک کی بنیاد سے استفادہ کرنے کے لیے ابتدائی طور پر ڈیجیٹل اسپیس (digital space) میں (صوفی ٹائمز اور اس سے منسلک/متعلق ڈیجیٹل پلیٹ فارمز) کے نام سے سہ ماہی رسالہ شروع کیا جارہا ہے اور انشاء اللہ اگلے سال ماہانہ شائع کیا جائے گا۔ آج مسلم دنیا بکھری ہوئی ہے، تہذیبی و معاشرتی حالت بدتر ہے، فرقہ واریت، زبان، ذات پات، مسلک، جغرافیہ، ایمان، عقیدے، ثقافت اور سیاست کے معمولی نظریاتی اختلاف کے سبب انسانیت پارہ پارہ ہوگئی ہے۔ ہم بھول چکے ہیں کہ بحیثیت قوم ایک دوسرے کے ساتھ کیسے رہنا ہے اور قرآن مجید، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بتائے ہوئے راستے

پر کیسے عمل کرنا ہے۔ مثبت بات یہ ہے کہ اسے مٹانے کی تمام تر کوششوں کے باوجود سب کچھ ختم نہیں ہوا ہے۔ مسلمان اور انسان کی حیثیت سے ہمارا بنیادی عقیدہ ہماری فطری یگانگت، محبت و بھائی چارہ اور انسانی وجود کے تمام پہلوؤں میں عدل و انصاف ہے۔ صوفی ٹائمز اور اولیاء کونسل مسلمانوں کو منصفانہ اور پرامن، تکثیری اور جامع افراد اور برادریوں کی طرف "دعوتِ عمل" کے طور پر خدمت کرنے کے لیے علم، روایت، عمل اور اداروں کے اس وسیع ذخیرے سے استفادہ کی ایک کوشش ہے۔

اولیا کونسل اور صوفی ٹائمز قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں دیے گئے صراط مستقیم (دین) کے ذریعہ اور امامین، صحابہ کرام، اولیاء کرام کی وضاحت کے مطابق تصوف کے نام سے موسوم علم وعمل کی ڈھانچہ میں شریعت حقہ کے مطابق اللہ کی رضا وقربت کے حصول کے لیے کوشاں ہے۔ ان شاء اللہ ہمارا مقصد دنیا کے تمام تر گوشوں سے خاص طور پر برصغیر سے صوفی فکر، ثقافت، فلسفہ، عمل، علم وتحقیق کو یکجا کر کے دنیا بھر میں تصوف اور قومی وملی یکجہتی کی آواز بننا ہے۔ ہم تصوف کو اس کے تمام مختلف رنگوں میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے اور اس شعبے میں تمام نتیجہ خیز کاموں کے لئے ایک پلیٹ فارم بنائیں گے۔

یہ کونسل صوفی ٹائمز اور اس سے وابستہ ذرائع ابلاغ اپنے پلیٹ فارمز کے ذریعے پوری قوم کو مداوا فراہم کرنیکی کوشش کریگی- ہمارے معزز علماء، مفتیان کرام، بزرگان دین اور حکمت کے علم بردار حضرات جو اصل تصوف سے واقف نہیں ہیں۔ مغرب زدہ" مسلمان اور غیر مسلم سب شامل ہیں نیز وہ لوگ جو نسلی تفریق یا اختلاف بلدان اور دیگر عوامل کی وجہ سے اس تصوف حقیقی کے اصول ومبادیات سے نا آشنا ہیں جس نے برصغیر پاک وہند میں ایک ایسی تہذیب اور ثقافت کو جنم دیا جس نے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر روحانی اور مذہبی ہم آہنگی، یکسانیت، امن اور ترقی کی راہیں ہموار کرنے میں کامیاب ہوا۔

ہم مسلم معاشروں میں تبدیلی کے "انقلابی وعدے" کی صدا بلند کریں گے جو تصوف میں موجود ہے اور اس مقصد کے لئے کھلی بحث اور فکری قیادت میں مدد کریں گے۔ مخالفت، فرقہ واریت، تشدد، تفرقہ بازی، خارجیت، معاشرتی بیماری اور دیگر بنیادی تخریبی عناصر جو مسلم معاشروں میں رائج ہیں ان سب کا صوفی افکار واعمال سے توڑ پیش کیا جائیگا جو انہیں منصفانہ وترقی پسند معاشرہ کی طرف واپس لا سکے۔

اس پوری کاوش کے لئے ترغیب اور حوصلہ افزائی بہت سے لوگوں کی طرف سے آتی ہے جس کا میں ہمیشہ شکر گزار ہوں: میرے شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی جنہوں نے میرے دل سے خدائے تعالی کے خوف کے علاوہ دنیا کے تمام اندیشوں کو ختم کر دیا، میرے استاد مفتی امام الدین سعیدی صاحب جنہوں نے مجھے صبر و استقامت کے ساتھ اپنے ہدف کو پانے کا سلیقہ و ہنر سکھایا اور مجھ میں دین سے لگاؤ اور اس کی تبلیغ و ترویج کا شوق جاگزیں کر دیا اور پورا دانش کدہ جامعہ عارفیہ بالخصوص ڈاکٹر ذیشان مصباحی جنہوں نے میری قوت ارادی کو جواں رکھنے میں اہم رول ادا کیا۔ ڈاکٹر حسین کمالی کا شکر گزار ہوں جو اولیاء کونسل کی علمی و روحانی سرگرمیوں کو سراہتے رہتے ہیں اور کلمات تبریک و تشویق سے نوازتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے دوسرے لوگوں کا شکر گزار ہوں جو اسلاف و سادات کی تصانیف اور تحریروں کے ذریعے تصوف کے اصول واقدار کو جدید معاشروں میں ڈھالنے کے لئے میرے عقلی اجتہادات و فکری اقدامات کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے، معاصر صوفی فکر و ادب کو سامنے لانے کے لیے اور کسی بھی صورت میں تصوف کی مشعل کو آگے بڑھانے والوں کو ایک عالمی فورم فراہم کرنے کے لیے میں اپنے پورے ایڈیٹوریل بورڈ اور شراکت داروں کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنے وقت کے ساتھ اتنی فراخدلی کا مظاہرہ کیا اور مجھے ہدایت دی۔ میں روزنامہ میرا وطن کے کارکنان کا بالخصوص میرا وطن کے ایڈیٹر ارشد فریدی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس رسالے کو یکجا رکھا، اولیاء کونسل کے سرپرست اعلیٰ سید سرور چشتی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے دکھایا کہ مشکل وقت میں ہمت کا کیا مطلب ہوتا ہے۔

بالآخر، میں اپنے کنبہ کا احسان مند ہوں: اپنی امی جان ساجدہ خاتون کا جن کی دعا کا یہ نتیجہ ہے، اپنی شریکِ حیات گلینہ باس، اپنے پسر جا کوب سلمان کاظمی اور اپنے بہن بھائیوں کا: وہ میرے لئے ایک اور سفر شروع کرنے کے لئے زندگی کو ممکن بنا رہے ہیں اور اپنے دوست فیصل صدیقی چشتی، تحسین قیوم اور ڈاکٹر اسما صادق ان تین ساتھیوں کا جن کی مثبت سوچ کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اور میرے عزیز دوست گرامی قدر ابرار ندیم کا جنہوں نے اولیاء کونسل کی بے حد بے لوث حمایت اور خدمت کی۔ امام عالی مقام کا فیض کلی و عنایت بے پایاں ہر وقت میرے ساتھ ہے۔

ڈاکٹر ایم۔ مہدی کاظمی
مینیجنگ ایڈیٹر صوفی ٹائمز و ایگزیکٹو ڈائریکٹر، اولیا کونسل آف نارتھ امریکہ
19 فروری، 2023

Editorial:

Towards The Sufi Path

In the Name of God the Most Merciful and Beneficent.

Peace be upon the Prophet and his Ahlebait, Imamain and beloved Auliya.

Auliya Council of North America is a New York based organization dedicated to the Sufi path of belief, spirituality, way of life, practice and culture formulated by Sufia, Auliya of the Indian Subcontinent. Love, Oneness and Justice being the core concepts in the Sufi way of life, the Council celebrates these and is working towards actualizing the promise Sufi spirituality and way of living and being holds for humanity in general and for Muslims in particular. Steeped in the spirituality, language, culture and life of Subcontinental Islam, the Council's compass is Khuda, our Rasool Mohammad e Mustafa (saw), Ahlebait and the AuliyaAllah. The Indian Subcontinent has been endowed by God with at least a millennium of Sufi Auliya, their immense body of ilm, collected wisdom, deep research in to all aspects of Islam, its syncretism with other faiths, both individual and collective/societal (zaati and samaji) aspects, all aspects of human existence: cultural, spiritual, economic, political, philosophical, the Known and the Unknown (zahire aur bataine). The Council explores, celebrates, implements and seeks to work in all these areas and build a community without borders based on the work of our Auliya. Headquartered in a former church in a small town just outside of New York City, founded in 2017, the Council has been blessed with a Khanqah and Imambargah at its headquarters; the Khanqah e Chishtiya

Faridiya and Imambargah Hussaniya Sajjadiya. Sufi rituals, sama, research, learning and teaching, community outreach and strong bonds with several institutions of learning and Dargahs in the Subcontinent have strengthened the Council's mission and vision.

Sufitimes and allied digital platforms, a quarterly and Insha Allah next year a monthly is being launched initially in the digital space to draw upon this immense and powerful knowledge base. The Muslim world today stands divided, a destroyed civilization, fragmented by divisions and subdivisions of sect, language, caste, creed, geography, faith, belief, culture, politics and sometimes "just difference for the sake of difference". We as a people have forgotten how to live with others, to live and practice the simple yet profound civilization building knowledge in the Quran, our Prophet saw and his zurriat. On a positive note, all is not lost. In spite of all efforts to quash it, our core belief as Muslims and human beings remains our nature endowed (fitri) Oneness, Love and caring and Justice in all aspects of human existence. Sufitimes and Auliya Council's vision is an effort to draw upon this immense body of knowledge, tradition, practice and institutions to serve as a "call to action" to Muslims towards a just peaceful, pluralisticand inclusive society that is inclusive of all communities. The Umma of our Prophet saw did not differentiate between people of different faiths, the Umma constitutes people of all faiths not just muslims.

Auliya Council and Sufi times seek closeness to God thru the path (deen) given to us by the Quran and Our Prophet Mohammad saw and as elucidated by Imamain, Sahaba, AuliyaKaram, Shariat-collectively ending in the body of knowledge and practice known as "Tassawuf". Inshallah, we aim to become the voice of

Tassawuf, unity and inclusiveness worldwide by bringing together Sufi thought, culture, philosophy, practice, knowledge, research and works from all corners of the world particularly the Subcontinent. We will attempt to represent Tassawuf in all its varying colors and create a platform for all producing works in this sphere.

The Council through Sufitimes and allied media platforms seeks to address the entire spectrum: those who are "lay people" to Tassawuf and are not familiar with the subject to those who are steeped in the scholarly and spiritual knowledge base of Tassawuf: our esteemed ulama, Muftiyan, buzurgaan e deen and wisdom carriers. Audience includes "westernized" Muslims and non-muslims who by virtue of generational change, immigration and other factors have lost their roots in Tassawuf: roots that created a civilization and culture in the Indian Subcontinent that espoused and lived spiritual and religious harmony, syncretism, peace and progress at both individual and communal levels.

We will raise the voice of the "revolutionary promise" of change in Muslim societies that is inherent in Tassawuf and assist in open debate and thought leadership towards this goal.We will attempt to counter the oppositionalism, sectarianism, violence, literalism, divisiveness, exclusiveness, societal morbidity and very basic destructive instincts that are prevalent in Muslim societies with Tassawuf driven thought and actions that will bridge these opposing forces-towards individual spiritual sustenance and open, just, and progressive societies.

The inspiration and conviction for this entire kaawish (effort) for which I am grateful eternally comes from many: my Sheikh Sain Abu Saeed Ehsanullah Mohammadi Safawi who took all fears away except the fear of God, my Teacher Mufti Imamuddin Saeed Misbahi Sahab who

taught me sabar and instilled in me fascination with our deen and the entire Faculty of Jamia Aarifia, Allahabad particularly Dr. Zishan Misbahi who taught me the power of conviction. I am thankful to Dr. Hussein Kamaly who brings scholarly devotion to our deen at Auliya Council. Many others I am thankful to: for inspiring and compelling progress in Tassawuf thought by encouraging Ijtihad (the application of reason) to adapt Tassawuf principles and values to modern societies by continuous research on past works and writings, bringing to fore and surface contemporary Tassawuf thought and literature and giving a worldwide forum to those carrying on the torch of Tassawuf in any and all forms. I am thankful to our Editorial Board and contributors for being so generous with their time and giving me direction. Thanks are due to the staff of Roznama Mera Watan for putting this journal together in particular Arshad Faridi Sahab, Editor Mera Waten, to Syed Sarwar Chisty Sahab, Patron-in-Chief, Auliya Council for showing me what courage in difficult times means and my dear friend and co-founder Ibrar Nadeem whose selfless support to Auliya Council is unending.

Lastly, I am grateful to my family: my mother Sajida Khatoon for her duas, my wife Galina Bass, my son Jacob Salman Kazmi and my siblings: they make life possible for me to embark upon yet another journey and my friends Faisal Siddiqui Chishty and Tashfeen Qayyum and Dr. Asma Sadiq, three comrades whose positiveness, duas and thought fulness is crucial. To Imam e Aali Maqam I owe all.

Dr. M. Mehdi Kazmi
Managing Editor Sufitimes and Executive Director, Auliya Council of North America.
February 19, 2023

حیات خواجہ کے تابندہ نقوش

ڈاکٹر ذیشان احمد مصباحی
(استاذ جامعہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد، انڈیا)

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چھٹی شریف کی مناسبت سے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی تعلیمات اور شخصیت کے حوالے سے چھ مختلف پہلو پر آج بات کی جائے۔ خاص طور پر ایسے پہلو جو ہمارے حالات سے، ہماری زندگی سے اور ہمارے مسائل و مصائب سے جڑے ہوئے ہیں۔ سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کے ایسے پہلو جن سے ہم اپنے مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔

(۱) کردار کی حکمرانی

خواجہ صاحب کی شخصیت کا جو سب سے بنیادی وصف ہے، جو ہم پر، آپ پر، سب پر روشن ہے، وہ یہ کہ خواجہ صاحب سلسلۂ تصوف کی ایک عظیم شخصیت ہیں۔ ہندوستان کے سب سے بڑے صوفی ہیں اور ہندوستان میں تصوف، روحانیت اور اخلاق کی شمع فروزاں کرنے والے ہیں۔ آپ ہندوستان میں اخلاق اور اسلام کے سب سے بڑے داعی ہیں۔ آپ کا منہج اخلاق اور دعوت کا منہج ہے۔ آپ نے ہمیشہ اخلاق پیش کیا۔ آپ نے اپنا موٹو (motto) اور اپنا نشانہ ہمیشہ دعوہ کو رکھا۔ آپ کی زندگی دعوہ کے اصول پر چلی، فتوی کے اصول پہ نہیں چلی۔ آپ نے اخلاق کو بنیاد بنایا، قانون کو بنیاد نہیں بنایا۔ آپ نے کردار کی روشنی میں اور کردار کی طاقت سے قلوب کو فتح کیے، آپ نے لوہے کی تلوار سے گردنوں کو اپنے سامنے خم نہیں کیا۔ یہ جو طریقہ ہے اور یہ جو منہج ہے تمام صوفیہ کا اور بطورِ خاص سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا کہ ایک شخص ایک دوسرے ملک سے آتا ہے، خالی ہاتھ آتا ہے، غیر مسلموں کے دیش میں آتا ہے اور اجنبیوں کی معاشرے اور ماحول میں آتا ہے، نہ ہاتھ میں تیر ہے، نہ تفنگ ہے، نہ تلوار ہے، نہ طاقت ہے، نہ قوت ہے، ایک فقیر ہندوستان میں آتا ہے اور دیکھتے دیکھتے ایک ایسا فقیر جو خالی ہاتھ آیا تھا سارے دلوں کو فتح کرتا چلا گیا۔ کچھ لوگ وہ ہوئے جنہوں نے اس کے دین کو قبول کر لیا لیکن جنہوں نے اس کے دین کو قبول نہیں کیا انہوں نے اس کی انسانیت کو قبول کر لیا۔ چنانچہ آج غریب نواز بلا تفریق اور بلا تحدید پورے ہندوستانیوں کے سلطان ہیں، تمام بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، وہ چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں۔

(۲) قلوب کی تسخیر

ایک دوسری بات جو خواجہ صاحب کی زندگی سے ہمیں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ دیکھیے کہ خواجہ صاحب ہندوستان کے صوفیہ میں نمبر ایک پر ہیں، سب سے بڑے صوفی ہیں، سب سے بڑی مقبول شخصیت ہیں، اس کے باوجود آپ جب خواجہ صاحب کے احوال پڑھنے جائیں گے تو خواجہ صاحب کے احوال کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملے گی۔ ان کے شروع دور میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ بہت بعد میں کتابیں لکھی گئیں اور بہت بعد میں جو کتابیں لکھی بھی گئیں ان میں بھی بہت تفصیلات نہیں لکھی گئی۔ ایک ایسا شخص جس نے کتاب نہیں لکھی اور جس کے اوپر اس کے زمانہ میں اور اس کے قریبی زمانوں میں کتاب نہیں لکھی گئی۔

خود کو مجہول کر کے رکھا، اپنے آپ کو فنا کر کے رکھا۔ لیکن عجیب بات ہے ان کے احوال کتابوں میں ملیں نہ ملیں، ہندوستان کے ہر باشندے کے قلوب پر ان کے احوال نقش ہیں۔ ان کی عظمت کے نقوش ہر ہندو، ہر مسلم کے قلوب پر ثبت ہیں۔ ہر مسلمان ان کی عظمت کا پرچم بلند کرتا ہے۔ ہر غیر مسلم ان کی بڑائی کی باتیں کرتا ہے۔ سب کے دلوں میں خدا نے ان کی عظمت کا سکہ بٹھا دیا ہے، ان کی عظمت کی شمع سب کے قلوب میں روشن کر دی۔ ایسا کیوں کر ہوا؟ یہ صرف اس لیے ہوا کہ خواجہ صاحب نے اپنے وجود کو حق کے لیے، خدا کی راہ میں، انسانیت کی راہ میں فنا کر دیا۔ خواجہ صاحب نے جو کچھ کیا للہ اور فی اللہ کیا، جو کچھ کیا

ان کی عظمت کے نقوش ہر ہندو، ہر مسلم کے قلوب پر ثبت ہیں۔ ہر مسلمان ان کی عظمت کا پرچم بلند کرتا ہے۔ ہر غیر مسلم ان کی بڑائی کی باتیں کرتا ہے۔ سب کے دلوں میں خدا نے ان کی عظمت کا سکہ بٹھا دیا ہے، ان کی عظمت کی شمع سب کے قلوب میں روشن کر دی۔ ایسا کیوں کر ہوا؟ یہ صرف اس لیے ہوا کہ خواجہ صاحب نے اپنے وجود کو حق کے لیے، خدا کی راہ میں، انسانیت کی راہ میں فنا کر دیا۔ خواجہ صاحب نے جو کچھ کیا للہ اور فی اللہ کیا، جو کچھ کیا انسانیت کی بھلائی کے لیے کیا۔

انسانیت کی بھلائی کے لیے کیا۔ اپنی شہرت اور اپنی بڑائی کے لیے نہیں کیا۔ اس لیے کتابیں ان پہ نہیں لکھی گئیں، کتابیں انہوں نے نہیں لکھیں، لیکن مسلم ہو یا غیر مسلم، سب کے دلوں میں ان کی عظمت کے نقوش لکھ دیے گئے۔

پتہ یہ چلا کہ ہم اگر بقا چاہتے ہیں تو ہمیں کتابیں لکھنے کے بجائے وہ کام کرنا چاہیے جو خواجہ صاحب نے کیا۔ وہ کام کیا ہے؟ یہ کہ شہرت طلبی سے توبہ کریں اور جو بھی کریں للہ اور فی اللہ کریں! خدا کے لیے کریں! خدا کے لیے اپنے آپ کو فنا کر دیں! خدا کے لیے اپنے آپ کو گم کریں! جب ہم حق کے لیے اپنے آپ کو گم کریں گے تو خدا تعالیٰ ہمیں ایسا عام کر دے گا، ہمیں ایسی شہرت عطا کرے گا جسے نہ کتابوں کی ضرورت ہوگی، نہ مصنفوں اور مقرروں کی ضرورت ہوگی۔

(۳)ان مع العسر یسراً

اس کے ساتھ ایک بڑی دلچسپ مناسبت یہ ہے کہ خواجہ صاحب کی زندگی کی جو شروعات ہو رہی آپ جانتے ہیں کہ فتنۂ تاتار کا زمانہ ہے۔ سارے تاتاری عالمِ اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں اور ایسا لگ رہا تھا کہ اب مسلمانوں کا اور اسلام کا قلعہ قمع ہو جائے گا، ان کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ یہ تاتاریوں کے فتنوں کا زمانہ تھا۔ یہ پوری وحشی قوم تاتار جو چین کے قریب کے علاقوں سے نکلی تھی اور ٹڈی کی طرح عالمِ اسلام پر چھائی چلی جا رہی تھی اور چھائی کیا چلی جا رہی تھی، گاجر مولی کی طرح مسلمانوں کو قتل کرتے جا رہی تھی۔ اس زمانے میں مسلمانوں کی تلواریں کند پڑ چکی تھیں، مسلمان نکلتا تھا تو تاتاریوں سے شکست کھاتا تھا، بھاگتا تھا اور مارا جاتا تھا۔ ایسے دور میں خواجہ صاحب نمودار ہوتے ہیں اور خواجہ صاحب اور آپ کے جانشین اور ان جیسے لوگوں کی روحانیت اور اخلاق کام آتی ہے اور دیکھتے دیکھتے عالمِ اسلام میں پھر سے اسلام کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔

آپ خواجہ صاحب کی زندگی کے ابتدائی نقوش و حالات اور آج کے حالات کو سامنے رکھ کر جب دونوں کا تقابل کریں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ حالات جتنے برے ہو جائیں آپ کو مایوس ہونے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ اپنے اخلاق کو بدلنے کی ضرورت ہے، اپنے کردار کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اور ان صوفیہ صافیہ کے نقشِ قدم کو چوم لینے کی ضرورت ہے۔ ان کے طریق کو اپنا لینے کی ضرورت ہے۔ اخلاقی اور علمی اعتبار سے اپنے آپ کو مستحکم اور مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ یہ کر لیتے ہیں تو چاہے جتنا بڑا تاتار آ جائے وہ سارے تاتار وقت کے گزرنے کے ساتھ گزر جائیں گے اور پھر فتح ہمیشہ انسانیت کی ہوتی ہے۔ فتح ہمیشہ حق وصداقت کو ہوتی ہے۔ ظلم کی عمر ہمیشہ مختصر رہی ہے۔ اگرچہ ظلم کا بادل جب چھاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ عدل کا خاتمہ ہوا جاتا ہے۔ لیکن حق کے پرستاروں کو ظلم سے کبھی گھبرانا نہیں چاہیے۔ اس لیے کہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے ظلم کو ہوا

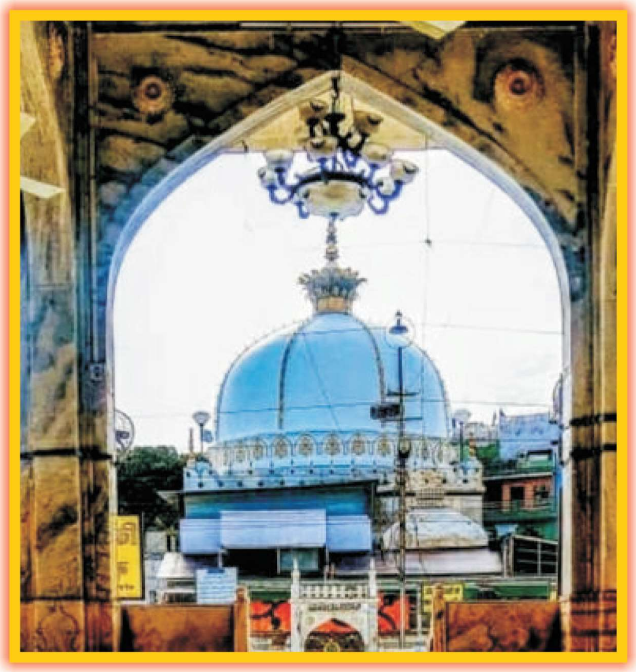

ہونا ہے۔ اور ان شاء اللہ! اِن مع العصر یسراً کے مطابق ہمیشہ عسر کے بعد یسر آنا ہے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خواجہ صاحب اور اس قسم کے نفوس قدسیہ کی زندگی ہمیں عملی طور پر بتاتی ہے کہ عصر کے بعد یسر آتا ہے اور مشکل حالات کے بعد اچھے حالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۴)علم سب کے لیے

بہت سارے تذکرہ نگاروں نے اور بہت سارے مؤرخین نے اس بات کو لکھا ہے کہ خواجہ صاحب مادر زاد ولی تھے۔ ولایت چونکہ ایک باطنی معاملہ ہے اس لیے اس کے بارے میں میں زیادہ کچھ تو عرض نہیں کروں گا۔ میں آپ سے صرف یہ عرض کروں گا کہ خواجہ صاحب پندرہ سال کی عمر میں یتیم ہو جاتے ہیں۔ وراثت میں ایک باغ ملتا ہے اور ایک پن چکی ملتی ہے۔ آپ باغ میں رہنے لگتے ہیں۔ باغ بانی کرنے لگتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی سے ملاقات ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم قندوزی آپ سے کچھ انگور کا گچھا مانگتے ہیں۔ آپ ان کو انگور دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم قندوزی ایک مجذوب بزرگ تھے۔ آپ نے کھایا اور بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد روٹی کا ٹکڑا یا کچھ اور جو ان کے پاس تھا، اس کو اپنے دانتوں سے چبایا اور اس کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کر دیا۔ خواجہ صاحب نے کھایا۔ خواجہ صاحب کے کھانے کے بعد ان کا پورا وجود تبدیل ہو گیا اور آپ کے اندر ترک دنیا کا ایک جذبہ پیدا ہو گیا۔ زہد آپ پر غالب آ گیا اور دنیا کے ان معاملات سے ایک طرح سے تنفر ہو گیا۔ آپ فی سبیل اللہ نکلنے کو تیار ہو گئے۔ ترک دنیا کا جو جذبہ ہوتا ہے، جو دنیا کی محبت کے ختم ہونے کا جذبہ ہوتا ہے، اس کے جذبۂ ولایت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔

اس سے سمجھ میں یہ آیا کہ کم از کم اس بات پر تو اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم قندوزی سے ملاقات کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا باطن منور ہو گیا، ان کے قلب میں زہد جا گزیں ہو گیا، دنیا کی محبت نکل گئی اور آپ راہِ خدا میں نکل پڑے۔ گویا کہ آپ کو ولایت کا مقام اس وقت پورے طور پر حاصل ہو گیا۔ کیوں کہ حق کی طرف رجوع اور دنیا سے بے رغبتی، یہی ولایت ہے، اس کے علاوہ اور کوئی ولایت نہیں ہو سکتی ہے۔ اب سوچیے جب انہیں ولایت مل گئی، اب بچا کیا؟ لیکن آپ دیکھیں گے کہ خواجہ صاحب نے اس مقام کو پانے کے بعد اپنا باغ بیچا، اپنی پن چکی بیچی اور اس سے جو دولت آئی کچھ آپ نے صدقہ کر دیا اور کچھ اپنی جیب میں رکھ لیا تاکہ زادِ راہ کے طور پر کام آئے اور پھر سمرقند و بخارا کی طرف تحصیلِ علم کے لیے نکل گئے۔ پتہ یہ چلا کہ ولایت کے بعد بھی علومِ شرعیہ کی ضرورت رہتی

ہے اورعلمِ دین کی اہمیت باقی رہتی ہے۔آپ کسی مقام پر پہنچ جائیں علم سے آپ کو رستگاری نہیں مل سکتی ۔علم سے بے نیازی نہیں مل سکتی۔غور کیجیے کہ جن کو ولایت حاصل ہوگئی وہ علم کے لیے جارہے ہیں۔ہمیں تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ہم اگرعلم کی طرف نہ جائیں تواور کہاں جائیں۔ ہمارے طلبہ علم کے حریص نہ ہوں تو پھر کس چیز کے حریص ہوں۔ اگر ہم خواجہ صاحب کے نام لیوا ہیں، خواجہ صاحب کا ذکر اور فکر کرنے والے ہیں، ان کا عرس منانے والے ہیں تو ہم طلبہ ہوں یا اساتذہ سب پر لازم ہے کہ اپنے اوپر علمِ دین کی تحصیل کولازم اورفرض کرلیں اور علمِ دین کی راہ میں کبھی کم پر راضی نہ ہوں۔ جتنا علم ہوتا جائے اور مزید کی تلاش، اور مزید کی پیاس ہمارے اندر بڑھتی چلی جائے۔ اگر یہ نہیں ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم صحیح معنی میں خواجہ صاحب کے نام لیوانہیں ہیں۔

(۵) تربیت ناگزیر ہے!

خواجہ صاحب کی زندگی میں اس کے بعد ایک اور turning point آتا ہے۔ وہ یہ کہ خواجہ صاحب نے جب علم حاصل کرلیا تو خواجہ صاحب عالم ہوگئے۔ جب عالم بن گئے تو اب آپ خواجہ صاحب کی زندگی کو دیکھیے۔ خواجہ صاحب ولی پہلے سے ہیں، ولایت ان کو پہلے سے حاصل ہے۔اس کے بعد علم بھی حاصل ہوگیا۔اب تو خواجہ صاحب کو بیٹھ جانا چاہیے۔ اب تو خواجہ صاحب کو مزید کی تلاش کو ترک کردینا چاہیے اور اپنی بزرگی کا پرچار کرنا چاہیے۔لیکن خواجہ صاحب نے ایسا نہیں کیا۔اس کے بعد خواجہ صاحب کو ضرورت پڑی کسی مربی کی تربیت کی، کسی مرشد کی بارگاہ میں رہنے کی۔ بیس سالوں تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید بیس سالوں تک صرف اپنے پیر و مرشد کے صحبت کو دیا۔ ہم ایسے نااہل لوگ ہیں کہ علمِ دین کے بعد، علوم سے فراغت کے بعد ہمارے اندر ایک طرح کا غرور اور ایک طرح کی انانیت پیدا ہوجاتی ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ علم ہوگیا اب کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ یہ بات سمجھانے میں بڑا وقت لگتا ہے کہ علم الگ چیز ہے، تربیت الگ چیز ہے۔لیکن حقیقت یہی ہے کہ علم چاہے آپ لاکھ حاصل کرلیں تربیت جب تک آپ کو حاصل نہ ہو تو آپ کمال تک نہیں پہنچ سکتے۔علم آپ کو تربیت سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔ تربیت آپ کو علم سے بے نیاز نہیں کرسکتی۔ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔آپ علم کی جس چوٹی پر پہنچ جائیں آپ تربیت کے محتاج ہیں۔آپ پر لازم وفرض ہے کہ آپ کسی مربی کی تربیت میں رہیں۔اور مربی کی تربیت میں بھی کتنے دن؟ ہم دو دن، چار دن میں چاہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب پھونک کر دم کردیں اور ہمارے اندر ولایت پیدا ہو جائے۔ خواجہ صاحب جیسے لوگ جن کو ولایت شروع سے حاصل تھی پیر و مرشد کی بارگاہ میں بیس سالوں تک خادمانہ حاضر رہے، خدمت کرتے رہے۔ ہم لوگ جن کا علم تھوڑا، جن کا فضل تھوڑا، جن کی تعلیم تھوڑی، جن کی تربیت تھوڑی، نہ پورے طور پر عالم، نہ پورے طور پر تربیت پھر بھی ہمارے اندر اکڑ پیدا ہوجاتی ہے، پھر بھی ہمارے اندر غرور پیدا ہوجاتا ہے۔ہم پر لازم ہے اور تمام علمائے اسلام پر لازم ہے اور تمام مسلمین پر لازم ہے کہ ان کے اندر علمِ دین کا شوق پیدا ہو اور علمِ دین کے بعد مرشدین اور اچھے مربین کی تربیت میں آئیں اور اپنی تربیت حاصل کریں۔علم تربیت کے بغیر نامکمل ہے اور تربیت علم کے بغیر ادھوری ہے۔

(۴) اخلاق اور اخلاص

چھٹا نقطہ اور آخری بات میں یہ عرض کروں گا کہ آپ جانتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے جب یہ سب کچھ حاصل کرلیا تو آپ نے ہندوستان کا رخ کیا۔آپ نے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر علم حاصل کیا۔ علوم کی تحصیل کے بعد پیر و مرشد کی صحبت اختیار کی اور پیر و مرشد جہاں جہاں جاتے رہے پیر و مرشد کے ساتھ آپ بھی وہاں وہاں جاتے رہے۔بیس سال کی طویل مدت پیر و مرشد کے ساتھ گزارنے کے بعد جب آپ کو پیر و مرشد نے اجازت دے دی اس کے بعد آپ کو ہندوستان روانہ کردیا۔ پھر ایک ہجرت۔ اس سے پہلے بھی زندگی مہاجرانہ گزر رہی تھی، ایک جگہ سے دوسری جگہ، دوسری جگہ سے تیسری جگہ۔ اب جب مرشد کی اجازت مل گئی اور تبلیغ کا اذن مل گیا، اب اس کے بعد بھی ہجرت، اب عرب اور ایران کو چھوڑ کر آپ کو ہندوستان جانا ہے۔ آپ ہندوستان آئے، آپ کے ساتھ اتنا بڑا کوئی ساز و سامان نہیں تھا، آپ کے چند محبین تھے، خالی ہاتھ تھے۔آپ نے ہجرت کی، اس کے بعد انقلاب پیدا کیا۔آپ جانتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا جو کمال ہے، جو آٹھ سو سال بعد بھی سر چڑھ کر بول رہا ہے، مسلم ہو یا غیر مسلم سب کے سر پر چڑھ کے بول رہا ہے۔ یہ کمال کیسے پیدا ہوا؟ یہ ہجرت کے بدولت پیدا ہوا۔ ہجرت کیا ہے؟ ہجرت کی بنیاد یہ ہے کہ آپ گناہوں سے ہجرت کریں اور گناہوں کو ترک کریں ۔ ہجرت کی بنیاد معاصی سے ہجرت ہے۔ ہم پوری دنیا کا چکر لگاتے رہیں اور اگر ہم نے معاصی سے ہجرت نہیں کی، گناہ کو ترک نہیں کیا تو ہم ابھی مہاجر نہیں ہیں، ہم نے ہجرت نہیں کی۔ خواجہ صاحب کی زندگی ہمیں بتاتی ہے کہ آپ ہجرت کیجیے، سب سے پہلے گناہوں سے ہجرت کیجیے۔اس کے بعد اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی ضرورت پڑے، آپ کی خدمت کی ضرورت ہو، یہاں سے دوسری جگہ جانے کی ضرورت ہو، وہاں پر آپ کا کام ہو، آپ وہاں جا کر دین کی، اسلام کی، انسانیت کی، اخلاق کی خدمت کرسکتے ہیں تو آپ وہاں جائیے۔ جب وہاں آپ ہجرت کر کے جا رہے ہوں تو خواجہ صاحب کی طرح اپنا جو اثاثہ ہو یہ اثاثہ صرف اخلاق اور اخلاص کو رکھیے۔ آپ کے پاس صرف اخلاق ہونا چاہیے اور اخلاص ہونا چاہیے۔آپ لوگوں سے محبت سے ملیے اور لوگوں سے محبت سے یہ سوچ کر ملیے کہ ہم جو کچھ کر رہیں خدا کے لیے کر رہیں۔ اگر یہ دو سرمائے ہمیں حاصل ہیں تو ہم میں نہ دنیا کا خوف ہوسکتا ہے نہ افلاس کا ڈر ہوسکتا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ علما و مشائخ کی جماعت وہ جماعت ہے جن کے بارے میں بعض روایتوں میں آتا ہے کہ یہ انبیا کے وارث ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ورثہ کے بارے میں بتایا کہ ہم مال اور اسباب کا تم کو وارث نہیں بناتے ہیں۔

انبیا کی وراثت علم ہے، انبیا کی وراثت اخلاق ہے۔ اگر ہمارے قلب کے کسی گوشے میں یہ احساس موجود ہے کہ ہم انبیا کی وراثت کا کام کر رہے ہیں، اگر اس کا ذرہ برابر رمق ہمارے اندر موجود ہے کہ ہم انبیا کے مشن کا کام کر رہے ہیں تو ہمیں اپنے مشن کے لیے، ہمیں اپنے کام کے لیے مال و زر اور اسباب پر اپنی نظر نہیں کرنی ہوگی۔ اپنی نگاہ کو مال و اسباب سے اوپر اٹھانا ہوگا۔ چوں کہ خواجہ صاحب جیسے لوگوں نے اپنی نگاہ کو ان اسباب سے اٹھالیا تھا۔ اسباب سے اپنی نگاہ اٹھا کر مسبب الاسباب پر جب تک ہماری نگاہ نہ ٹک جائے اور علم سے بڑھ کر اخلاق کے زیور کو اپنے اوپر نہ اوڑھ لیں، جب تک ہم اپنے ہر عمل کو **إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين** کے ساتھ تصدیق نہ کر لیں جب تک ہمارا عمل نہ اس دنیا میں ثمر بار ہوسکتا ہے، نہ آخرت میں اس کا کوئی نتیجہ، کوئی کام اور کوئی فائدہ دے سکتا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اپنا بندہ بنائے اور اپنے بندوں کے نقشِ قدم پہ رکھے!

> آپ جانتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا جو کمال ہے، جو آٹھ سو سال بعد بھی سر چڑھ کر بول رہا ہے، مسلم ہو یا غیر مسلم سب کے سر پر چڑھ کے بول رہا ہے۔ یہ کمال کیسے پیدا ہوا؟ یہ ہجرت کے بدولت پیدا ہوا۔ ہجرت کیا ہے؟ ہجرت کی بنیاد یہ ہے کہ آپ گناہوں سے ہجرت کریں اور گناہوں کو ترک کریں ۔ ہجرت کی بنیاد معاصی سے ہجرت ہے۔

تعلیمات خواجہ غریب نوازؒ کی عصری معنویت

مولانا ضیاالرحمن علیمی
(استاذ جامعہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد، انڈیا)

ہندوستان صوفی سنتوں کا ملک ہے اور یہاں صدیوں سے روحانیت کا بول بالا رہا ہے، اگرچہ ان صوفی سنتوں کو روحانیت کے فروغ کے لیے مادی طاقتوں کے خلاف سخت جدوجہد کرنی پڑی اور ان کے عقیدت مند بھی ظالموں کے ظلم کا نشانہ بنے لیکن امن ومحبت کے ان سفیروں نے ہمیشہ انسانی اخوت، امن وسلامتی، دل داری ورواداری، ہم آہنگی اور دیانت داری کو فروغ دیا۔

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی اجمیری قدس سرہ ہندوستانی صوفیہ کرام کی جماعت میں ایک ممتاز ترین نام ہے۔ انہوں نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے اہل بیت اطہار اور صحابۂ عظام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر انسان کو رحمت و رأفت کے ساتھ جینے اور زندگی کے ہر شعبے میں انسانی اقدار کی پاسداری کا درس دیا۔ انہوں نے اللہ کی محبت، اس کی مخلوق سے محبت اور لوگوں کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا۔ انہوں نے مذہب، قومیت اور شہریت کی تفریق کے بغیر اپنے معاشرے کے ہر فرد کا خیال رکھا اور ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو خالق سے جوڑنے کا کام کیا۔ نتیجتاً لوگوں نے بھی ان پر محبتوں کے پھول نچھاور کیے اور انہیں سلطان الہند، عطائے رسول، نائب رسول اللہ فی الہند، مغیث الفقراء اور غریب نواز جیسے کئی خوبصورت القاب سے پکارا۔

جس مشن اور پیغمبرانہ ورثے کو انہوں نے آگے بڑھایا اور جو پیغام انہوں نے اپنی پوری زندگی میں دیا وہ انسانیت کی بہتری کے لیے کوشاں رہنے والے ہر فرد کے لیے ہمیشہ متاثر کن رہا ہے اور محبتِ خالق مخلوق اور خدمت انسانیت پر مشتمل ان کا پیغام؛ نفرت وعدم رواداری، سماجی ناانصافی اور ذات، رنگ اور عقیدے کی بنیاد پر امتیاز کے اس دور میں بڑی معنویت رکھتا ہے۔

خواجہ غریب نواز کا عہد:

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ نے جس وقت ہندوستان میں اپنے قدم رکھے اس وقت عموماً لوگ مذہبی، سماجی اور اخلاقی اقدار کی پستیوں تھے۔ ہندوستان کی حالت اس سے مختلف نہیں تھی جس کا تذکرہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں کی مذہبی اور اخلاقی پستی کے حوالے سے کیا تھا۔ نجاشی کے دربار میں انہوں نے فرمایا تھا:

''اے بادشاہ! ہم جاہل لوگ تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، زنا کرتے تھے، رشتہ داریاں توڑتے تھے، پڑوسیوں کو گالی دیتے تھے اور ہم میں سے طاقتور کمزوروں کو نگل جاتا تھا۔ ایسی صورت حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے (سیرت ابن ہشام، تحقیق: طٰہ عبد الرؤوف، ج: 1، ص: 290، شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدۃ)۔

ہندوستان میں بھی تقریباً یہی صورت حال تھی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا کر بھیجا اور انہوں نے تمام لوگوں کو بالعموم اور اہل ہند کو بالخصوص اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن اور پیغام کی طرف بلایا۔

خواجہ غریب نواز کا مشن:

حضرت خواجہ نواز قدس سرہ کا مشن کیا تھا؟ آپ کا مشن وہی تھا جسے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں کی گئی اپنی تقریر میں نبوی مشن کے طور پر بیان کیا تھا۔ حضرت جعفر نے فرمایا تھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سچ بولنے، امانتیں ادا کرنے، رشتہ داریوں کا خیال رکھنے، اچھا پڑوسی بننے اور بے حیائی وخونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برے کاموں سے، جھوٹ بولنے اور یتیموں کا مال کھانے سے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے روکا۔ آپ نے ہمیں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور روزے رکھنے کی دعوت دی۔ (ایضا)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی روایت کی روشنی میں ہم خلاصہ کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ درج ذیل باتوں کے داعی تھے:

۲ راست گوئی، امانت کی ادائیگی ۲ صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، جنسی جرائم اور خونریزی سے دوری، حرام سے اجتناب، جھوٹ سے گریز، یتیموں کا مال کھانے سے احتراز، پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے سے اجتناب۔ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ۔ نماز، روزہ اور صدقات کے ذریعہ باطنی تطہیر اور پھر اس کے واسطے سے خالق کے ساتھ تعلق

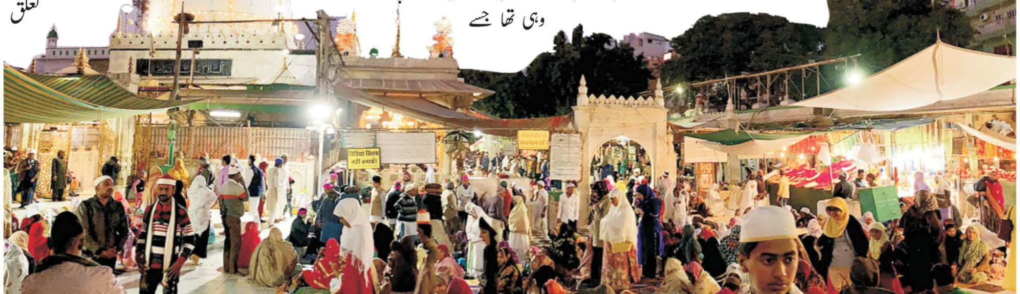

کی استواری۔ یہ 11 نکات ہیں جن کے گرد چشتی معینی مشن گردش کرتا ہے۔

خواجہ غریب نواز کا پیغام:

مذکورہ بالا نکات کے علاوہ حضرات چشت اہل بہشت قدست اسرارہم کا بالعموم اور حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کا بالخصوص پیغام محبت اور خدمت ہے۔ حضرت مخدوم کبیر شیخ سعد خیرآبادی قدس سرہ (وصال:922ھ) رسالہ مکیہ کی مبسوط شرح مجمع السلوک میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی قدس سرہ نے فرمایا:

خاندان ما بدو چیز است: یکم محبت دوم انفاق۔ ہمارا سلسلہ دو چیزوں کے لیے مشہور ہے: محبت اور خدمت (مخطوطہ، ورق: ۴۷)

یہاں محبت سے دو محبتوں کی طرف اشارہ ہے، پہلی خالق سے محبت اور دوسری مخلوق سے اللہ کے لیے محبت۔ حضرات صوفیہ قدست اروا حہم کے نزدیک محبت بنیادی طور پر صرف خالق کے لیے ہوتی ہے لیکن خالق کی یہ محبت مخلوق سے محبت کی طرف لے جاتی ہے جو رحمدلی، لوگوں پر رحمت وشفقت اور پرامن بقائے باہمی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور یہی حسین جذبات انھیں دوسرے نکتے خدمت انسانیت کی ہیں۔

جہاں تک اللہ سے محبت کا تعلق ہے تو حضرات مشائخ چشت قدست اسرارہم کی حق تعالیٰ سے محبت اور خالق کے ساتھ ان کی دیوانگی ہر طالب حق کے لیے مثالی رہی ہے۔ انہوں نے طالبان مولی کے دلوں میں محبت کی آگ

یہاں اگرچہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے مشائخ چشت کے چار امتیازات کا ذکر کیا ہے لیکن اگر گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ان چار خصوصیات میں سے آخری تین خصوصیات دراصل نسبت عشقیہ کا ہی فیضان ہیں۔ معلوم ہوا کہ چشتیوں کے پاس اس دنیا کو خوبصورت اور پرامن بنانے کے لیے دو نکاتی پروگرام ہے جس کا پہلا نکتہ خالق سے محبت ہے اور دوسرا مخلوق سے محبت۔

بھڑکانے کے لیے دیگر چیزوں کے ساتھ محافل سماع کو بھی ایک اہم وسیلے (tool) کے طور پر استعمال کیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت خضر رومی قدس سرہ نے ایک بار محفل سماع میں ہی فرمایا تھا: 'چشتیان خدارا مفت یابند' چشتی نسبت سے مستفیض طالبین وسالکین محنت ومشقت برداشت کیے بغیر ہی وصال حق سے ہم کنار ہوجاتے ہیں، حضرت خواجہ خضر رومی قدس سرہ کا یہ قول بھی اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ مشائخ چشت کے منہج سلوک میں عشق الٰہی کا غلبہ ہے، چنانچہ یہ حضرات محافل سماع کے ذریعہ طالبین وسالکین کے قلوب میں عشق الٰہی کی ایسی آگ بھڑکاتے ہیں کہ رقص ووجد کرتے ہوئے یہ قرب حق سے سرفراز ہوجاتے ہیں۔ بعض مشائخ چشت پر عشق حق کا ایسا غلبہ رہا کہ انہوں اسی غلبۂ عشق میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی، ان میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کا نام نمایاں ہے، قوال حق نے جب حضرت احمد جام قدس سرہ کی غزل کا یہ شعر اپنے سحرانگیز انداز میں پڑھا:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

تو آپ تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہوگئے، جب ہوش میں آئے تو پھر سے اسی شعر کو پڑھنے درخواست کی، آپ نے دوبارہ جب یہ شعر سنا تو پھر سے بے ہوش ہوگئے، یہ سلسلہ تین شبانہ روز تک چلتا رہا اور بالآخر آپ عشق الٰہی کے خنجر سے سے شہید ہوگئے۔ (بزم صوفیہ، صباح الدین عبد الرحمن، ص:۸۷، مطبع معارف اعظم گڑھ)

عشق؛ حضرات مشائخ چشت کا نشان امتیاز ہے، اس کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ہمعات میں فرماتے ہیں ہے کہ خواجگان چشت قدست اسرارہم کی چار خصوصیات ہیں: ۱۔عشق، ۲۔طہارت قلبی، ۳۔اطاعت، ۴۔توحید (ص: 84، تحقیق: مولانا نورالحق علوی، استاذ غلام مصطفیٰ قاسمی، اکادمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی، حیدر آباد، سندھ، پاکستان)

یہاں اگر چہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے مشائخ چشت کے چار امتیازات کا ذکر کیا ہے لیکن اگر گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ان چار خصوصیات میں سے آخری تین خصوصیات در اصل نسبت عشقیہ کا ہی فیضان ہیں۔ معلوم ہوا کہ چشتیوں کے پاس اس دنیا کو خوبصورت اور پر امن بنانے کے لیے دو نکاتی پروگرام ہے جس کا پہلا نکتہ خالق سے محبت ہے اور دوسرا مخلوق سے محبت۔

اگر ہم دوسرے نکتے 'مخلوق سے محبت' کی بات کریں تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے ماخوذ ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے سارے لوگ محفوظ رہیں (سنن النسائي ※كِتَابُ الْإِيمَانِ وَشَرَائِعِهِ, صِفَةُ الْمُؤْمِنِ، حدیث نمبر: 4995)، ایک دوسری حدیث پاک میں ارشاد ہے: خيرُ الناسِ أنفعُهم للناسِ. تم میں سب سے بہتر وہ ہے۔ جو دوسروں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہو۔ (المعجم الاوسط، حدیث نمبر: 5787)، ایک اور حدیث پاک میں ارشاد ہے: الخلقُ عيالُ اللهِ وأحبُّهم إلى اللهِ مَن أحسنَ إلى عيالِه. ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کے ساتھ حسن سلوک کرے (المعجم الاوسط، حدیث نمبر: 5541)۔

ان تمام احادیث طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے خدمت انسانیت اور دلوں کو فتح کرنے کا جو پیغام دیا تھا وہ قرآن وسنت کے انوار سے معمور اور عصری معنویت سے لبریز ہے۔

ملفوظات خواجہ غریب نواز:

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے ملفوظات کا مطالعہ کیا جائے تو ان سے بھی ان تمام نکات پر روشنی پڑتی ہے جن پر گزشتہ صفحات میں گفتگو کی گئی ہے۔ مشائخ چشت قدست اسرارہم کے احوال وملفوظات پر مستند ترین کتاب سیر الاولیاء میں حضرت امیر خرد کرمانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا:

(أ) ہر کہ خواہد از عقبات آں روز ایمن گردد طاعت کند کہ نزدیک خدائے تعالی بہتر ازاں طاعتی نباشد، پرسیدند کہ آن طاعت چیست؟ فرمود کہ درماندگان را فریاد رسیدن وحاجت بیچارگان روان کردن وگرسنگان را سیر گردانیدن۔

ترجمہ: جو شخص اپنے آپ کو آخرت کی مصیبتوں سے بچانا چاہتا ہے اسے ایسا عمل کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ہو۔ لوگوں نے عرض کی: وہ عمل کیا ہے؟ فرمایا: ۱۔عاجز و درماندہ لوگوں کی فریاد رسی کرنا، ۲۔حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا، ۳۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا (باب: 8، ص: ۴۶، مطبع محب ہند، دہلی)

ملاحظہ کریں کہ حضرت چراغ دہلوی قدس سرہ نے مشائخ چشت کی جس دوسری امتیازی صفت کا تذکرہ فرمایا تھا یہاں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ اسی کی تاکید فرما رہے ہیں، آپ سماجی خدمت پر زور دیتے ہوئے یہ بتا رہے ہیں کہ انسانی معاشرے کی بہتری کے لیے کام کرنے والے لوگ جہنم کی آگ سے نجات پائیں گے۔

(ب) در ہر کہ این سہ خصلت باشد در حقیقت بدان کہ خدای تعالی او را دوست می دارد، اول سخاوتی چوں سخاوت دریا، دوم شفقت چوں شفقت آفتاب سیوم تواضعی چوں تواضع زمین۔

ترجمہ: جس میں تین خصلتیں ہوں وہ اللہ کا محبوب ہے: سمندر جیسی سخاوت، سورج جیسی شفقت اور زمین جیسی عاجزی وانکساری۔ (ایضا)

اس ملفوظ سے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ یہ پیغام دے رہے ہیں کہ لوگوں کو ذات، عقیدہ اور شہریت کی بنیاد پر کوئی فرق کیے بغیر انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے کام کرنا چاہیے، انھیں سب کو گلے لگانا چاہیے، کھلے دل سے سب کو فائدہ پہنچانا چاہیے اور اپنے دل میں کسی بھی قسم کے تکبر اور نفرت کو راہ دیے بغیر حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

(ج) ہر کہ نعمت یافت از سخاوت یافت و ہر کہ از متقدمان باشد از صفا باشد۔

ترجمہ: جس نے بھی کوئی نعمت پائی اس نے سخاوت سے پائی اور جو اللہ کی راہ میں سبقت لے گیا وہ صفائی قلب کی وجہ سے لے گیا (ایضا)

اس ملفوظ سے بھی حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ یہی اعلان فرما رہے ہیں کہ سخا اور صفا انسان کی روحانی ترقی میں اہم ترین کردار ادا کرتے ہیں اور جب تک انسان کا دل نفرت، حسد اور دیگر بری صفات سے پاک نہیں ہوگا اور خلق خدا کے لیے رحمت وشفقت کے جذبات سے سرشار نہیں ہوگا اس وقت تک نہ تو وہ عنداللہ سخی ہوگا اور نہ ہی صوفی۔

(د) متوکل بحقیقت آن است کہ رنج ومحنت خود از خلق برگیرد

ترجمہ: درحقیقت متوکل وہ ہے جو لوگوں کو اپنی تکلیفوں اور مشکلات کا ذمہ دار نہ ٹھہرائے (ایضا)۔

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کا یہ ملفوظ بھی اس طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ کامل انسان وہی ہے جو لوگوں کی بد سلوکیوں اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا ہے، ان سے گلے شکوے نہیں رکھتا، ان سے نفرت نہیں کرتا بلکہ ان کے لیے رحم کے جذبات سے سرشار ہوتا ہے اور یہ مانتا ہے کہ انسان کو درپیش آنے والا ہر خیر وشر اللہ کی تقدیر سے ہے۔

دین کا مکی ماڈل:

خواجہ صاحب قدس سرہ کے مشن اور پیغام کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ نکتہ بھی بہت اہم ہے کہ ان کا طریق دعوت؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی کا مظہر تھا، انہوں نے ہمیں سکھایا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ہر عہد اپنی سلوٹوں میں ہمارے لیے بیش قیمت اسباق لیے ہے، انہوں نے ہمیں یہ درس دیا کہ مکی عہد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج دعوت دراصل ہمیں نامساعد حالات میں پیغام حق پہچانے کے زریں اصول فراہم کرتا ہے، آپ نے عملی طور مکی منہج دعوت کو برتا اور دیار ہند دعوت حق کا وہ کارنامہ انجام دیا کہ تا قیامت نسلیں ان کو خراج عقیدت پیش کرتی رہیں گی،۔آپ نے دعوت حق کے کسی بھی مرحلے میں کبھی مقامی حکام سے ٹکراؤ کی راہ نہیں اختیار کی، بلکہ آپ نے پر امن حکیمانہ دعوت پر توجہ مرکوز کی،۔آپ نے دعوت حق سے پہلے کھانا کھلایا اور حکمت، حسن موعظت اور حسن عمل کے ساتھ حق کی طرف بلایا اور آپ کی دعوت کا محور ومرکز دین کی اساسیات اور اخلاقیات وروحانیات رہا۔

مکی دعوت نبوی سے ہی اقتباس نور فرماتے ہوئے آپ نے سالکان حق، طالبان مولی اور مرشدان طریقت کی شکل میں مثالی روحانی لوگوں کی تیاری پر توجہ مرکوز کی جنہوں نے انسانیت کی خدمت کی اور آپ کے ہی نقوش قدم کی پیروی کرتے ہوئے اپنی زندگی مجسمۂ رحمت ومحبت بن کر گزاری، اس ذیل میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت صابر کلیری، قدست اسرارہم جیسے بہت سے مشائخ کی دعوت حق کی کوششوں اور خدمت انسانیت کی جد وجہد کا ایک زمانہ معترف رہا ہے اور اکناف سے لوگ ان کی خدمتوں میں خراج تحسین پیش کرتے رہے ہیں۔

عصری معنویت:

ایک ایسے دور میں جب یہ دنیا نفرت، حسد، جبر اور خونریزی کے نہ ختم ہونے والے اندوہناک حادثات سے گزر رہی ہے، جب سماجی اور مذہبی تفریق اور عورتوں، بچوں اور مظلوموں پر جنسی اور جسمانی حملوں کے واقعات بڑھ رہے ہیں، جب لوگوں کی قرابت داری اور حیا کو پامال کیا جا رہا ہے۔ جب کہ معاشرے کا طاقت ور طبقہ کمزور طبقے کو نگلنے کی کوشش کر رہا ہے اور نتیجتاً ان سے روحانی سکون، فکری راحت اور روحانی سکون چھین لیا گیا ہے، امانتیں پامال ہو رہی ہیں، لوگ منافقت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور خالق کے ساتھ ان کے تعلقات بری طرح ٹوٹ رہے ہیں. اس سنگین صورتحال میں دنیا کو حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے پیغامات کی بالخصوص اور مشائخ چشت کی بالعموم اشد ضرورت ہے۔ ان کے پیغامات آج بھی منارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں اور جدید دور میں ان کی معنویت سابقہ تمام عہد سے بڑھ کر ہے۔

اس دنیا کو بالعموم اور ملک ہندوستان کو بالخصوص کو حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ جیسے پاکباز، رافت و رحمت کی پیکر شخصیات کی سخت ضرورت ہے جو اپنے عالم گیر پیغامات سے دل جیت سکیں اور دنیا کو محبت اور عالمگیر اخوت کے پرخلوص جذبات سے بھر سکیں۔ لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے بہت افسوس ہو رہا ہے کہ اس دنیا میں لاکھوں لوگ جو اپنے آپ کو چشتی کہ رہے ہیں اور خواجہ غریب نواز سے اپنی عقیدت مندی کا اظہار کر رہے ہیں، وہ ان کے پیغام کا عملی سراپا اور ان کے مشن کا پیکر بن کر نہیں ظاہر ہو رہے ہیں، بہت کم لوگ تصوف اور صوفیہ کرام کی حقیقی تصویر پیش کر رہے ہیں اور بہت کم حضرات خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی خوبصورت سماجی، تربیتی ودینی اقدار سے آراستہ ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کا مشن اور پیغام اس دور میں ایسے لوگوں کی تلاش میں ہے جو انسانیت کے لیے ان کی جد وجہد کا پیکر بن سکیں۔

جو رحمت وشفقت کا پیکر بن کر کراہتی انسانیت کے غموں کا مداوا بن سکیں۔ لہٰذا جو بھی اسلام، رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پیغام رسالت سے محبت کرتا ہے، جو بھی صوفیانہ سلاسل سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتا ہے، جو بھی حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ سے اپنی نسبت کا دعوی رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ صوفی اقدار، چشتی مشن اور حضرت خواجہ غریب نواز کے پیغامات کا پیکر بن کر اپنے اپنے حلقوں سے باہر نکلے اور عشق الہی کے نغموں سے دلوں کو مست کر دے اور خدمت انسانیت کی لازوال تاریخ رقم کر جائے۔

آیئے حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے مشن کی ترویج واشاعت کی قسم کھائیں، ان کے پیغام کو آگے بڑھانے کا عہد کریں، ان کی تعلیمات کی زندہ مثال بننے کا حلف لیں۔ یہ دنیا بے صبری سے چشتیوں کے عالمی اسٹیج پر آنے، دل جیتنے، حکمرانی کرنے اور دنیا کو ہر قسم کی سلبیات سے نجات دلانے کے لیے شدت سے انتظار کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے دوستوں کی محبت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔

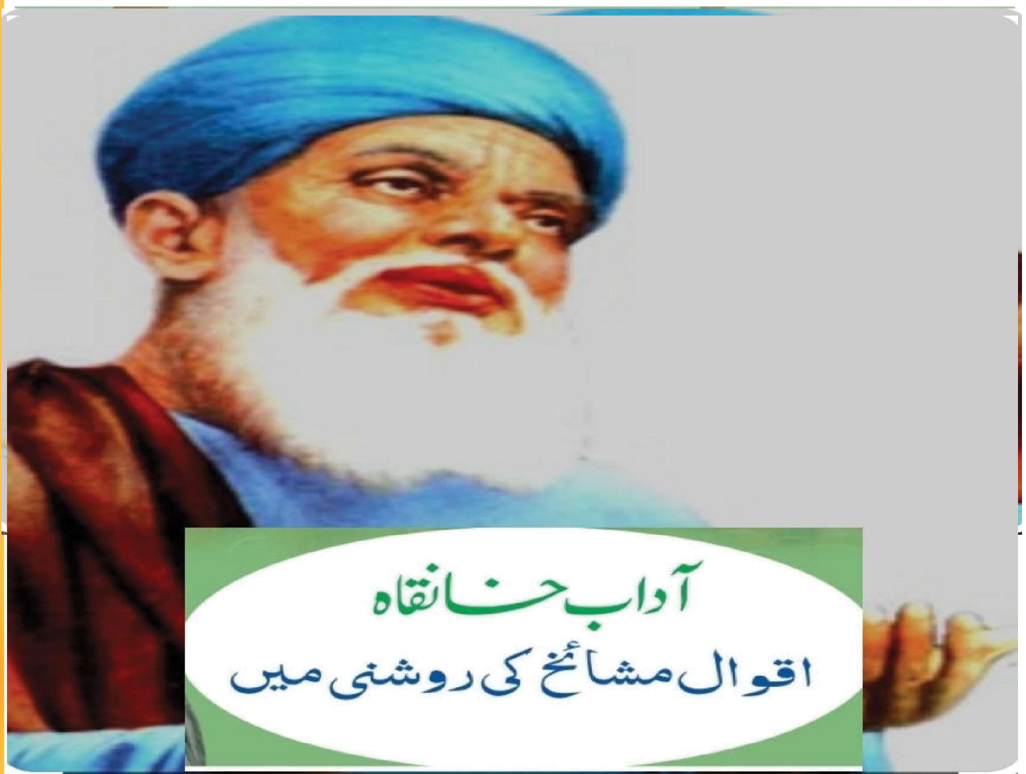

آداب خانقاہ
اقوال مشائخ کی روشنی میں

[illegible]

۔فیہ رجال یحبون ان یتطہر و اواللہ یحب المطہرین (سورہ توبہ) کے تحت فرماتے ہیں: اس ارشاد ربانی میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی گئی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ تم لوگ کیا عمل کرتے ہو کہ اللہ تعالی نے تمہاری (طہارت) کی اس قدر تعریف کی ہے تو ان لوگوں نے جواب دیا ہم لوگ ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرتے ہیں۔

یہ اور اس قسم کے جو دوسرے آداب طہارت ہیں وہ صوفیہ کا روز مرہ کا معمول ہیں وہ ہر وقت اپنی خانقاہ میں رہتے ہیں گویا رباط (خانقاہ) ہی انکا گھر ہے جس طرح اور لوگوں کے گھر ہوتے ہیں اسی طرح صوفیہ کا گھر خانقاہ ہوا کرتا ہے پس اس صورت میں وہ اہل صفہ سے مشابہہ ہیں اس مشابہت کا مزید ثبوت اس حدیث شریف سے بھی ملتا ہے جو حضرت ابوزرعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مشائخ کی اسناد سے حضرت طلحہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا:

جب کوئی شخص مدینۃ الرسول میں باہر سے آتا اور اسکا کوئی شناسا ہوتا تو وہ اسکے یہاں قیام کرتا اگر کوئی جان

ان کا مشرب فقر وتوکل تھا۔

مبتدی کے لیے دو بنیادی باتیں

خانقاہ میں جو بالکل نیا وارد ہو اور وہ اس راہ کا ایک قدم بھی طے نہیں کیا ہو تو اس کے لیے کچھ مخصوص آداب ہیں جن کی پابندی از حد الازم ہے ظاہر سی بات ہے کہ راہ سلوک کے مسافروں میں عمومی طور سے تین قسم کے لوگ ہو تے ہیں۔ایک مبتدی، دوسرا متوسط، تیسرا منتہی۔ان میں سے ہر ایک کے لیے مخصوص آداب و وظائف ہوتے ہیں چونکہ درجات کی ترقی کے ساتھ ساتھ احوال بھی بدلتے رہتے ہیں اس لیے ان کے احوال کی رعایت کرتے ہوئے ان کو مخصوص اعمال و اشغال دیے جاتے ہیں۔حضرت شیخ سہروردی قدس سرہ مبتدی نو وارد کے لیے دو بنیادی آداب بیان کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(ا) خدمت: جو شخص خانقاہ میں تازہ وارد ہوا اور اس نے علم معرفت کا مزہ نہیں چکھا ہو اور روحانیت کے اعلی درجہ پر فائز نہ ہوا ہو تو ایسے شخص کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اہل خانقاہ کی خدمت کرے یہ خدمت اسکے حق میں عبادت شمار کی جائیگی وہ اپنی خدمت سے اہل اللہ کے دلوں کو اپنی طرف

ایسے مقام پر مرید صادق کو چاہیے کو نفس کی دسیسہ کاریوں سے بچے اور خود کو شیخ کی پیروی میں ڈال دیں۔

(۲)۔اوامر ونواہی کی پابندی: مبتدی کو چاہیئے کہ وہ بڑے بڑے اعمال و وظائف کی خواہش نہ کرے مگر یہ کہ شیخ نے کچھ حکم کیا ہو بلکہ وہ شرعا جو منکرات ومحرمات ہیں پہلے ان سے بچے اور فرایض وواجبات کی پابندی کرے۔بسا اوقات مرید کے دل میں یہ خطرہ گذرتا رہتا ہے کہ شیخ نے مجھے کوئی بڑا وظیفہ نہیں دیا وہ ایسے خطرات کو اپنے دل کے اندر نہ پالے بلکہ ہمیشہ شیخ کے ارشاد کا منتظر رہے کیونکہ جو ابھی بنیاد کو استوار کرنے میں لگا ہو اس کے لیے تزیین و تحسین فضول ہے۔وظایف واوراد فرایض و واجبات کے لیے تزیین وتکملہ ہیں جب تک بنیاد درست نہ ہو تب تک ان میں مشغول ہونا نقصان دہ ہوسکتا ہے۔شیخ ابونصر سراج طوسی قدس سرہ نے اہل خانقاہ کے حوالے سے بہت نفیس اور عمدہ آداب کا ذکر فرمایا ہے۔کتاب اللمع فی التصوف میں ہے: حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ فقراء خانقاہ کے اندر درج ذیل بارہ خوبیاں ہونی چاہیئے:

(ا) وہ اللہ تعالی کے ہر وعدے پر مطمئن ہو۔

(۲)خلق سے ناامید ہو۔(۳)شیاطین سے دشمنی کو برقرار رکھتے ہوں۔(۴)حکم الٰہی کی طرف کان لگائے بیٹھے رہتے ہوں(۵)جملہ مخلوقات پر شفقت کرتے ہوں(٦) خلق کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کو برداشت کرتے ہوں۔(۷)جملہ مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کا جذبہ رکھتے ہوں،(۸)صرف اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتے ہوں۔ (۹)معرفت خدا میں ہمہ وقت مشغول ہوں۔(۱۰)ہمیشہ پاکیزہ رہتے ہوں۔(۱۱)ان کا سرمایہ فقر ہو۔(۱۲)کمی بیشی ،پسند ناپسند غرضیکہ اللہ کی جانب سے انہیں جو کچھ بھی پیش آئے اس پر شکر بجالاتے ہوں اور خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوں۔(کتاب اللمع ص ۲۸۳)

خانقاہ میں جو یاران طریقت موجود ہوں ان کا آپس میں کس قسم کا ربط وضبط ہو،اس سلسلہ میں شیخ ابونصر سراج نے آداب اخوت کے ضمن میں یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ سے پوچھا گیا کس کی صحبت اختیار کی جائے انہوں نے فرمایا اس کی صحبت اختیار کرو جو بیماری میں تیری عیادت کرے اگر تجھ سے کوئی غلطی ہوجائے تو تجھے معاف کرے۔

ایک صوفی کا قول ہے کہ وہ شخص ہرگز تیرا دوست نہیں ہو سکتا جسے تو کہے،،چل،،اور وہ کہے کہ،،کہاں؟(۲۸۴)

احمد بن یوسف زجاجی کہتے ہیں کہ راہ حق کے دو ساتھیوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دو نور یکجا ہو گئے ہوں تو انہیں وہ دکھائی دینے لگتے ہیں جو پہلے الگ الگ ہونے میں نہیں دکھائی دیتا تھا۔بلاشبہ مخالفت ہر بے اتفاقی کی جڑ ہے شیطان کے پاس باہمی مخالفت پیدا کرنا ایک ایسا حربہ ہے جس کے ذریعہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت وانس رکھنے والوں میں پھوٹ ڈالتا ہے۔

ابوسعید خراز قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں پچاس برس صوفیہ کی صحبت میں رہا مگر ان کے اور میرے مابین کبھی مخالفت نہیں ہوئی۔ان سے پوچھا گیا کہ ایسا کس طرح ممکن ہوا؟ تو جواب میں آپ نے فرمایا:اس طرح کہ میں ہمیشہ اپنے نفس کی مخالفت کرکے ان کی حمایت کرتا رہا(ایضا۲۸۵)

حضرت سید السادات میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ فقراء خانقاہ کے لیے درج ذیل خصوصیات کا ذکر فرماتے ہیں:

(۱)اکل حلال: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔اے رسولان کرام! آپ حلال اور نفیس کھائیں اور نیک عمل کریں۔قوت القلوب میں آیا ہے کہ لقمۂ حلال کو ہر عمل صالح سے مقدم رکھنا چاہیئے اس لیے کہ وہ اس کا نتیجہ ہے حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ فرماتے ہیں:لقمہ بیج ہے اور عمل کے لیے جہاں

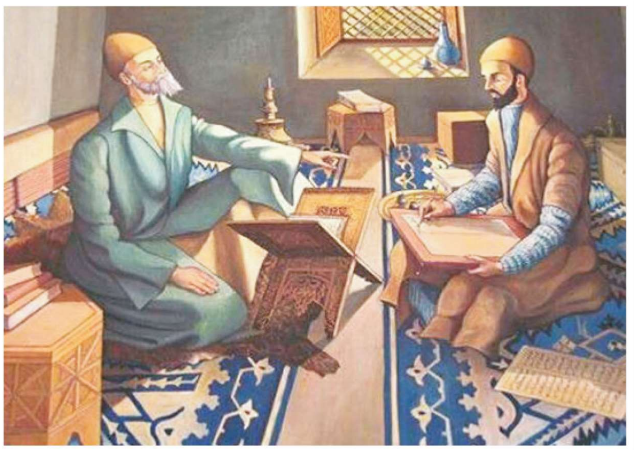

تک ممکن ہو پاکیزہ ترین بیج کا انتخاب کرنا چاہیئے۔اس ضمن میں ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک جوان حضرت ابراہیم بن ادہم سے بیعت ہوا اور کثرت کے ساتھ عبادت وریاضت میں مشغول ہوگیا مگر کسی بھی ذکر وفکر سے اسے راحت نہیں ملتی حضرت ابراہیم بن ادہم کو یہ بات عجیب لگی کہ یہ نوخیز جوان اس قدر عبادت کررہا ہے جو مجھ سے بھی ممکن نہیں مگر اسے اس کا کوئی فایدہ نہیں مل رہا ہے،ایک مدت کے بعد نور باطن سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے سارے اعمال بے کار کیوں ہیں۔چنانچہ آپ اس پر باخبر ہوگیے کہ یہ جوان دراصل جو کھانا کھاتا ہے وہ مشتبہ کھانا ہے وہ اس کے لیے مناسب نہیں،آپ نے اس جوان سے فرمایا کہ اے جوان! جو کھانا تو کھارہا ہے اب اسے مت کھا جو کچھ بھی کھانا ہے اب میرے پاس کھا۔معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اب اس کی عبادت وطاعت میں کمی واقع ہونے لگی یہاں تک کہ فرض نماز ادا کرنا بھی دشوار ہوگیا۔ایک بار حضرت ابراہیم بن ادہم کے پاس پہنچا اور اپنی عبادت میں واقع ہونے والے فتور کو بیان کیا کہ جو رغبت وکوشش حق تعالی کی عبادت میں پہلے تھی وہ اب نہیں رہی اس پر شیخ نے فرمایا: اطب مطمعک ولا علیک ان تصلی باللیل ولا ان تصوم بالنہار۔اپنی غذا کو پاک کر اور رات میں قیام مت کر،دن میں روزہ مت رکھ۔چنانچہ اس کے بعد اس کا حال درست ہوگیا۔(سبع سنابل ص ۱۱۷)

(۲)۔دوام ذکر: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای الاعمال افضل فقال ان تموت ولسانک رطب بذکر اللہ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تیری موت اس حال میں آئے کہ تیری زبان ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔

ذکر کی دو کیفیتیں ہیں۔ذکر جلی ذکر خفی۔میر عبدالواحد بلگرامی نے اس تعلق سے حضرت مخدوم شاہ مینا کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: حالت ذکر میں حلقہ لگا کر بیٹھنا سنت مشائخ ہے اور یہ ایک جایز و پسندیدہ امر ہے،اگر جماعت اکٹھا ہو اور اس کے ساتھ ذکر کیا جایے تو یہ بہتر ہے۔اے عزیز! بعض لوگ ذکر بالجہر کرتے ہیں اور بعض ذکر خفی کرتے ہیں،دونوں فریق کے پاس اپنی اپنی دلیل ہے

احمد بن یوسف زجاجی کہتے ہیں کہ راہ حق کے دو ساتھیوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دو نور یکجا ہو گئے ہوں تو انہیں وہ دکھائی دینے لگتے ہیں جو پہلے الگ الگ ہونے میں نہیں دکھائی دیتا تھا۔بلاشبہ مخالفت ہر بے اتفاقی کی جڑ ہے شیطان کے پاس باہمی مخالفت پیدا کرنا ایک ایسا حربہ ہے جس کے ذریعہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت وانس رکھنے والوں میں پھوٹ ڈالتا ہے۔

جوآیات وروایات سے ماخوذ ہے۔(۱۲۳)

ظاہرسی بات ہے کہ ذکر جہری ہو یا سری دونوں درست ہے اس میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا کہ جلی درست ہے اور خفی درست نہیں۔مشائخ سے دونوں طرح کے ذکر کا ثبوت ملتا ہے اس لیے جس کا جیسا جی کرے وہی اختیار کرے ہاں اگر شیخ کی جانب سے کسی خاص ذکر کی تلقین ہوئی ہو تو اس کو لازم پکڑے وہاں من مانی نہ کرے۔

(۳) صدق واخلاص: مرید مبتدی کو چاہیئے کو اپنی نیت کو خالص کرے ،امام سالم بن عبد اللہ حضرت عمر بن عبد العزیز قدس سرہ کو یہ ارشاد تحریر کرکے بھیجتے ہیں: اعلم یا عمران عون اللہ تعالی للعبد بقدر النیۃ فمن تمت نیۃ تم عون اللہ لہ ومن قصر نیۃ قصر عنہ عون اللہ بقدر ذلک۔

اے عمر! اس بات کو جان لے: اللہ تعالی کی مدد بندہ کو اس کی نیت کے مطابق ملتی ہے جس کی نیت کامل ہے تو اس کے لیے اللہ کی مدد بھی کامل ہے اور جس کی نیت میں کمی ہے تو اللہ کی مدد بھی اسی کمی کے مطابق ہے۔

اخلاص کی نشانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اخلاص کی تین علامتیں ہیں اول یہ کہ اس کے نزدیک تعریف اور مذمت دونوں برابر ہوں، دوم یہ کہ عمل کرتے وقت اپنے اعمال پر نظر نہ رکھے، سوم یہ کہ عبادت وطاعت میں ثواب واجر کی لالچ نہ رکھے کیونکہ عبادت وطاعت میں ثواب پر نظر رکھنا زہر قاتل ہے۔(۱۳۱)

(۴) برائی کے بدلے اچھائی کرنا: سئل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن تفسیر ہذہ الآیۃ: خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔(اعراف:۱۹۹) فقال: ان تصل من قطعک وتعطی لمن حرک وتعفو عمن ظلمک۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خذ العفو الخ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے رشتہ جوڑو، جو تمہیں نہ دے تم اسے دو جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اساء

ترجمہ: برائی کے بدلے برائی سے جواب دینا آسان ہے اگر تو مرد ہے تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر جو تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے۔(۱۳۶)

خانقاہی خصوصیات وامتیازات: تاریخی پس منظر میں دعوت دین اور اصلاح اعمال واخلاق کے حوالہ سے خانقاہوں کا پوری دنیا میں ایک ہمہ گیر اثر ہے یہ بات جگ ظاہر ہے کہ خانقاہی نظام نے ہی اسلامی تہذیب وروایت کو سربلندی دیا ہے مشہور مستشرق ایچ آرگب نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

،،تاریخ میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن وہ مغلوب نہیں ہوسکا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف اور صوفیہ کا انداز فکر اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اسکو اتنی طاقت وتوانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا،، ہر دور میں خانقاہ کی اپنی ایک مستقل شناخت رہی ہے اور یہ خدمات سب سے منفرد اور الگ رہے ہیں۔جب ہم عہد قدیم کی خانقاہوں کا جائزہ لیتے ہیں اور موجودہ دور کی خانقاہوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ خانقاہیں اکثر بے راہ روی کی شکار ہیں اسلاف کی روایات وامتیازات کو قائم رکھنے میں ناکام ہیں قدیم خانقاہوں میں جس طرح روحانی ماحول ہوتا تھا وہ خال خال ہی نظر آتا ہے۔سب سے پہلے ہم قدیم خانقاہوں کی کچھ خصوصیات کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد برصغیر کی بعض مشہور خانقاہوں کا اجمالی ذکر بھی کیا جائیگا۔

ہر دور میں خانقاہ کی اپنی ایک مستقل شناخت رہی ہے اور اس کے خدمات سب سے منفرد و الگ رہے ہیں۔جب ہم عہد قدیم کی خانقاہوں کا جائزہ لیتے ہیں اور موجودہ دور کی خانقاہوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ خانقاہیں اکثر بے راہ روی کی شکار ہیں اسلاف کی روایات و امتیازات کو قائم رکھنے میں ناکام ہیں قدیم خانقاہوں میں جس طرح روحانی ماحول ہوتا تھا وہ خال خال ہی نظر آتا ہے۔سب سے پہلے ہم قدیم خانقاہوں کی کچھ خصوصیات کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد برصغیر کی بعض مشہور خانقاہوں کا اجمالی ذکر بھی کیا جائیگا۔

جب ہم خانقاہی ماحول یا نظام کا تصور کرتے ہیں تو ہمیں اپنے اسلاف کی خانقاہوں میں درج ذیل خصوصیات نظر آتی ہیں جو حقیقی معنوں میں خانقاہ ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہیں اور اس بات کو نمایاں کرتی ہیں کہ خانقاہ کے قیام کا کیا مقصد ہوتا تھا۔ذیل میں چند خانقاہی نظام کے نمونے ملاحظہ کریں: افراد سازی۔یوں تو خانقاہ میں مقیم ہر فرد شیخ کے زیر تربیت ہوتا ہے عمومی طور سے ہر ایک کی تربیت پر توجہ دی جاتی ہے مگر ان میں اگر کوئی خلافت کی اہلیت رکھنے والا ہو یا مسند ارشاد کے لایق ہو تو اس کی خصوصی تربیت ہوتی ہے اس کے اندر کا جوہر نکھارا جاتا ہے تاکہ وہ اس قابل بن سکے کہ خلق خدا کی اصلاح وتربیت کا فریضہ انجام دے سکے شیخ جب تک اسے ہر طرح سے آزمانہ لے تب تک اس کو سخت نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔

بات خلافت کی چلی ہے تو یہاں پر موجودہ زمانہ میں رائج خلافت نوازی کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں آج جس قدر خلافت بانٹی جارہی ہے اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ خلافت جس قدر حساس اور ذمہ دار منصب تھی آج اس سلسلہ میں اسی قدر بے حسی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے اور خلافت دینے والے نہایت غیر ذمہ داری کا ثبوت پیش کررہے ہیں چلتے پھرتے چوک چوراہے پر ہر قسم کے نااہل کو اس کا اہل بنایا جا رہا ہے اسی پس منظر میں اقبال نے کہا تھا: ع

خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ خلافت کا اہل کون ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا: اوصاف ایں کار بسیار است فاما درآں ایام کہ خواجۂ من مرا بدولت خلافت خود رسانید روزے مرا گفت: باری تعالی ترا علم وعقل وعشق دادہ است وہر کہ بدیں سہ صفت موجود باشد از وخلافت مشائخ نیکو آید۔(سیر الاولیا ص ۳۴۵)۔

ترجمہ: اس منصب کے بہت سارے اوصاف درکار ہیں البتہ جس میرے شیخ نے مجھے دولت خلافت سے نوازا تھا تو مجھ سے فرمایا: باری تعالی نے تجھے علم، عقل، عشق جس دن یہ تینوں خوبیاں دی ہیں اور جس کے اندر بھی یہ تین صفت موجود ہوں اس کے لیے مشائخ کی خلافت زیب دیتی ہے۔

(جاری)

مجددؔ سلسلۂ صفویہ مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ

سلسلۂ صفویہ کے مشائخ نے تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے جن میں سے سرِ دست اس عظیم شخصیت کا ذکر کیا جارہا ہے جو سلسلۂ صفویہ کے مجدد ہیں، جن کے بارے میں اس سلسلے کے عظیم بزرگ حضرت شاہ قدرت اللّٰہ غوث الدہر قدس سرہٗ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد صفی پور میں ایک چراغ روشن ہوگا، جس پر ایک زمانہ شیفتہ اور پروانہ وار نثار ہوگا، اس شمع ہدایت سے بہت سے طالبان مولیٰ مستفیض ہوں گے۔ وہ اپنا اور اپنے پیران طریقت کا نام روشن کرنے والا ہوگا۔

(1229-1287ھ/1814-1870ء)

ڈاکٹر محمد مجیب الرحمٰن علیمی
mmrahmanalimi@gmail.com

سلسلۂ صفویہ کے مشائخ نے تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے جن میں سے سرِ دست اس عظیم شخصیت کا ذکر کیا جارہا ہے جو سلسلۂ صفویہ کے مجدد ہیں، جن کے بارے میں اس سلسلے کے عظیم بزرگ حضرت شاہ قدرت اللہ غوث الدہر قدس سرہٗ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد صفی پور میں ایک چراغ روشن ہوگا، جس پر ایک زمانہ شیفتہ اور پروانہ وار نثار ہوگا، اس شمع ہدایت سے بہت سے طالبان مولیٰ مستفیض ہوں گے۔ وہ اپنا اور اپنے پیران طریقت کا نام روشن کرنے والا ہوگا۔

ولادت

اس پیشین گوئی کے مصداق حضرت قطب العالم مخدوم شاہ خادم صفی محمدی قدس سرہٗ ہوئے۔ آپ 12 رجب 1229ھ/30 جون 1814ء کو دوشنبہ کی رات صفی پور میں پیدا ہوئے۔

نسب

آپ کے والد کا نام حضرت شاہ عطاے صفی تھا۔ آپ حضرت بندگی شیخ مبارک کی اولاد میں ہیں ۔

آپ کی والدہ ماجدہ بھی بہت پارسا اور خدارسیدہ تھیں۔ والدہ صاحبہ کی طرف سے بھی آپ فاروقی تھے۔ آپ کے نانا شیخ فیض اللہ بن حضرت شاہ غلام پیر رحمہا اللہ تعالیٰ تھے۔ والد و والدہ ہر دو کا سلسلہ نسب شیخ دانیال بن عبدالرازق (نبیرہ بندگی شیخ مبارک) پر ایک ہو جاتا ہے۔

ابتدائی احوال، تعلیم و تربیت

آپ مادر زاد ولی تھے۔ بچپن ہی سے آپ کی طبیعت لہو ولعب کی طرف مائل نہیں تھی۔ بچپن میں حضرت شاہ غلام زکریا قدس سرہٗ نے آپ کی ایک خدمت گزاری پر خوش ہو کر فرمایا تھا کہ ہم نے تمہاری ایک امانت برادرم حفیظ اللہ شاہ کو سپرد کردی ہے، جب سن شعور کو پہنچو گے تمہیں مل جائے گی۔

آپ نے قرآن مجید کی تعلیم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے شاگرد مولانا شیخ چراغ

علی علیہ الرحمہ سے حاصل کی اور مثنوی مولوی معنوی، سبع سنابل اور تصوف و سلوک کی چند کتابیں مولانا حکیم ہدایت اللہ صفی پوری سے پڑھیں۔ ہر علم و فن میں کسی نہ کسی کو اپنا استاد بنایا۔ علم برائے عمل حاصل کیا۔ ہمیشہ اس کو واسطہ خیال کیا اور اصل مقصد کو پیش نظر رکھا۔

ابتدائے عمر سے ہی احکام شرعیہ کے پابند تھے، ہمیشہ ہر سنت و مستحب پر نظر رکھتے تھے۔ مسائل شرعیہ کی نہایت تحقیق فرماتے تھے اور باوجود علم و آگہی علما سے ضرور استفسار فرماتے تھے۔ ابتدا سے ہی دل طلب مولیٰ کے جذبے سے سرشار تھا۔

بیعت و خلافت

باشعور ہونے کے بعد مرشد کامل کی تلاش ہوئی۔ اس وقت صفی پور میں حضرت مخدوم محمد حفیظ اللہ شاہ قدس سرہ کا فیض جاری تھا، جو آپ کے حقیقی ماموں تھے۔ بیس سال کی عمر میں آپ نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد حالت مزید بدل گئی، صرف یادالٰہی سے کام رہا۔ اسی زمانے میں چچازاد بہن سے آپ کا عقد مسنون بھی ہو گیا۔ ازدواجی زندگی میں مصروف ہونے کے باوجود طلب مولیٰ کے جذبے میں کوئی کمی نہ آئی۔ مجاہدات و ریاضات کے پہلے ہی سے عادی تھے، مرشد کے حکم کے مطابق اس راہ میں مختلف قسم کی شدتیں برداشت کرنی پڑیں اور ایک دن ان تمام مجاہدات شاقہ کی تپش سے کندن ہو گئے۔ بالآخر ماہ ذی قعدہ 1255ھ/جنوری 1840ء میں جمعہ کے روز مرشد گرامی نے تمام روحانی نعمتوں سے نوازا اور اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر مسند ارشاد پر فائز کیا۔

اخلاق

آپ خُلق نبوی ﷺ کے آئینہ دار تھے۔ اسی حسنِ خُلق کی وجہ سے غیروں نے بھی آپ کو تسلیم کیا اور اکثر راہِ راست پر آئے۔ آپ کی بارگاہ میں طالبین کی ایک بڑی جماعت ہمیشہ موجود رہتی جن کی تعلیم و تلقین کو آپ اپنا دینی و منصبی فریضہ خیال کرتے ہوئے ان کی ہر طرح کی کفالت بھی فرماتے۔

حاضر یا غائب کسی کی برائی نہیں کرتے تھے

1255ھ میں جب حضرت مخدوم حفیظ اللہ شاہ نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا تو آپ نے اپنی تمام جائداد یہاں تک کہ ذاتی گھر بھی مرشد کو نذر کر دیا

باشعور ہونے کے بعد مرشد کامل کی تلاش ہوئی۔ اس وقت صفی پور میں حضرت مخدوم محمد حفیظ اللہ شاہ قدس سرہ کا فیض جاری تھا، جو آپ کے حقیقی ماموں تھے۔ بیس سال کی عمر میں آپ نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد حالت مزید بدل گئی، صرف یادالٰہی سے کام رہا۔ اسی زمانے میں چچازاد بہن سے آپ کا عقد مسنون بھی ہو گیا۔ ازدواجی زندگی میں مصروف ہونے کے باوجود طلب مولیٰ کے جذبے میں کوئی کمی نہ آئی۔ مجاہدات و ریاضات کے پہلے ہی سے عادی تھے، مرشد کے حکم کے مطابق اس راہ میں مختلف قسم کی شدتیں برداشت کرنی پڑیں اور ایک دن ان تمام مجاہدات شاقہ کی تپش سے کندن ہو گئے۔

اور خود مرشد کے عنایت فرمودہ گھر میں رہنے لگے۔ آپ نے عمر کی صرف ۵۸ بہاروں کو دیکھا۔ زندگی کے اکثر حصے عبادت و ریاضت اور تنگی میں گزارے۔ آپ 1277ھ کے بعد مسلسل بیمار رہے اور درمیان میں والدہ کے اصرار پر علاج و معالجہ کی غرض سے لکھنؤ اور کان پور جانے کا اتفاق ہوا۔

ایام علالت میں پیر و مرشد کی عیادت بھی حاصل رہی، مرشد کی دعا کی برکت سے مکمل صحت یاب بھی ہوئے۔ اس کے شکرانے میں مرشد کے مزار مبارک پر چادر پیش کی اور اپنے مرشد زادے حضرت امیر اللہ شاہ کو عمامہ، پیرہن اور نقد نذر کیا۔

مرشدِ برحق کے مرقد منوّر کی چادر پر یہ شعر نقش کرایا:

در بشر روپوش گشتہ آفتاب
فہم کن واللہ أعلم بالصواب

سفر

آپ ساری عمر صفی پور میں رہے اور صرف ضرورت کے تحت آس پاس کے چند ایک مقامات پر چھ سات بار جانا ہوا۔ علاج کے لیے کان پور کے سفر کے دوران جاجموٗمیں حضرت مخدوم شاہ اعلیٰ جاجموی قدس سرہٗ (جو آپ کے اجداد میں آتے ہیں) کی درگاہ میں حاضر ہوئے۔

عادات و اطوار

آپ روپے پیسے کو ہاتھ سے نہ چھوتے مگر محفل سماع میں جب کوئی نذر دیتا تو کبھی اس کے ہاتھ کو پکڑ کر قوال کے سامنے کر دیتے اور کبھی خود دست مبارک سے اٹھا کر دے دیتے، یا پیر و مرشد کو اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے کو جب نذر دیتے تب ہاتھ لگاتے۔ نہ دنیاداروں کی محفل میں جاتے اور نہ کسی کے گھر کا کھانا تناول فرماتے۔

آپ توبہ کرانے اور بیعت لینے میں تاخیر نہ فرماتے، لیکن آخر ایام میں بہت کم بیعت لیتے تھے۔ مرید کرنے کی خواہش کو بہت مذموم جانتے تھے۔ فرماتے تھے:

درویشی کی پہلی شرط یہ ہے کہ مرید کرنے کا حریص نہ ہو۔

چودھری حشمت علی سنڈیلوی نامی گرامی تعلقہ دار اور بڑے رئیس تھے۔ انہوں نے آپ کو بذریعۂ خط بیعت کی غرض سے دعوت دی۔ آپ نے بہ مصداق "اگر جنبد زمیں جُنبَد، قطب از جا نمی جُنبَد" (زمین جنبش کر سکتی ہے لیکن قطب اپنی جگہ پر مستحکم رہتا ہے۔) اُسی خط پر یہ دو شعر لکھ کر روانہ فرما دیے اور خود تشریف نہیں لے گئے:

کرا دماغ کہ از کوئے یار
نشستہ ایم کہ از ما غبار

(کس میں یہ حوصلہ کہ یار کے کوچے سے اٹھ سکے! ہم تو ایسا بیٹھے ہیں کہ ہمارا غبار ہی اٹھے گا۔)

نہ نالے کے قابل نہ فریاد
پھنسے دام میں ایسے صیاد

آپ کی غذا بہت قلیل تھی اور چونکہ دعاے سیفی (حرزِ یمانی) آپ کے ورد میں تھی، اس لیے مچھلی اور بڑے گوشت سے پرہیز فرماتے تھے۔

آپ کی نظروں میں بڑی تاثیر اور جاذبیت تھی۔ سید ارادت حسین اثنا عشری محفل سماع میں ہنسے، آپ نے پلٹ کر دیکھا وہ فوراً تڑپنے لگے۔ محفل کے بعد تائب ہو کر مرید ہو گئے۔ ان کے اعزّہ انہیں مجتہد تک لے گئے لیکن کچھ نہ ہوا، آخر مجتہد نے کہا کہ ان پر پڑھا ہوا جن سوار ہے۔

اس طرح کے بے شمار واقعات رونما ہوتے رہتے۔

ارشادات

آپ قولاً و فعلاً ہر وقت خلقِ خدا کی خیر خواہی اور فائدہ رسانی پر آمادہ رہتے۔ باطنی ہمت، دعا تعویذ، مالی امداد اور زبانی ارشاد سے ہمہ وقت لوگوں کی دلجوئی اور ہدایت کا سامان فراہم کرنا، آپ کی حیاتِ مبارکہ کا روشن ترین باب ہے۔

آپ کے ملفوظات معرفتِ الٰہیہ کا مخزن ہیں، تفصیل کا یہ مقام نہیں، اس لیے ذیل میں بالاختصار آپ کے چند ارشادات 'مخزن الولایت والجمال' (مؤلّفہ حضرت شاہ عزیزاللہ صفی پوری) سے نقل کیے جاتے ہیں۔

- کوئی شخص اگر آسمان میں اُڑے اور ذرہ برابر شریعت کی خلاف ورزی کرے تو وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ اس کے کشف و کرامت پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔
- اگر مرید پایۂ طریقت سے گرا تو شریعت اس کا مقام ہے، اگر شریعت سے بھی گرا تو اُس کا ٹھکانا کہاں!
- آخری زمانہ ہے، اب اگلوں سا وقت کہاں! برتن میں تلچھٹ باقی ہے اسے ہی چاٹ لینا چاہیے۔
- زمانہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے خالی نہیں ہے، اس وقت بھی ایسے بہت سے بندے ہیں کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ البتہ بہت نازک دور ہے، اب دن مثلِ رات تاریک ہیں، اگر کسی سے خرقِ عادت کا ظہور ہوا تو لوگ اسے جاں بہ لب کر دیں گے اور فرصت ہی نہ دیں گے۔
- طالبِ صادق جب تک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی ایک کا تابع نہیں ہو گا، منزل مقصود تک نہیں پہنچے گا۔
- رسمی مرید تو بہت ہوتے ہیں لیکن حقیقی مرید بہت کم ہوتے ہیں۔ حقیقی مرید وہی ہے جو بالکلیہ پیر کے نقشِ قدم پر ہو۔
- مرید جو کچھ پیر کو کرتا دیکھے اس پر عمل نہ کرے بلکہ جو پیر کہے اس پر عمل کرے۔ (یعنی مرید کو عزیمت پر عمل کرنا چاہیے، رخصت پر عمل شیخ کے حکم سے کرے)۔
- مرید اگر ظاہری شکل و صورت بھی اپنے پیر کی طرح نہ کر سکا تو اس سے آگے اور کیا ہو سکتا ہے!
- مرید وہی ہے جس میں مرشد کی بو آتی ہو۔ شاخ میں جب تک قلم نہیں لگتی اس میں لذیذ پھل نہیں آتا۔
- محض اسلامِ تقلیدی (یعنی نام کا اسلام) کام نہیں آتا ہے، جب تک کہ حقیقی ایمان حاصل نہ ہو جائے۔
- طالب کو کشفِ صدر اور کشفِ قبر کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے، جتنا ہو سکے طلب خدا میں جد و جہد کرے کیونکہ مَن لہ المولیٰ فلہ الکل (جس کا رب، اُس کا سب)۔
- بعض لا (مقام نفی) میں رہ گئے اور بعض الا اللہ (اثبات) میں، کوئی کوئی ہی حقیقت محمدی ﷺ تک پہنچ سکا، جس کی رسائی یہاں تک ہوئی وہی کامل ہے ورنہ وہ کمال سے بے بہرہ ہے۔

> آپ کے ایک صاحبزادے حضرت نیاز صفی تھے، جو تین سال کی عمر میں ہی وفات پا گئے اور ایک صاحبزادی مُنیا بی بی رحمہا اللہ تھیں جو حضرت خلیفۃ اللہ شاہ عرف شیخا میر احمد قدس سرہ کو منسوب تھیں۔

- لوگ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم شیخ زادے اور پیر زادے ہیں! دراصل یہی چیز راستے کی رکاوٹ ہوتی ہے۔
- لوگ جو ہمارے پاس آتے ہیں نرمی اور مدارات کی وجہ سے آتے ہیں، اگر ایک دن بھی ان کی طرف نظرِ التفات نہ کروں تو کوئی نہ آئے۔
- جن یا خبیث جو بھی ہو مقابلہ (سامنا) کرتا ہے، لہذا جس جگہ ڈر محسوس ہو وہاں پلٹ کر نہ دیکھے۔

فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مراتب و درجات کی جو شان ہے وہ اہلِ تصوف کی طرح کوئی نہیں جانتا، اور ان کی شان اس سے بھی عظیم تر ہے۔ (مخزن الولایت)

خلفائے ثلاثہ کی فضیلت عقائد میں ہے، اب رہا حضرت جناب امیر (سیدنا علی) کا ماننا اور سب کچھ آپ ہی کو جاننا، اس کی حقیقت یہ ہے۔

جا کی جا سو لگن ہے
واہی وا کو رام

(عقائد العزیز)

آپ روپئے پیسے کو ہاتھ سے نہ چھوتے مگر محفل سماع میں جب کوئی نذر دیتا تو کبھی اس کے ہاتھ کو پکڑ کر قوال کے سامنے کر دیتے اور کبھی خود دست مبارک سے اٹھا کر دے دیتے، یا پیر و مرشد کو اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے کو جب نذر دیتے تب ہاتھ لگاتے۔ نہ دنیاداروں کی محفل میں جاتے اور نہ کسی کے گھر کا کھانا تناول فرماتے۔ آپ توبہ کرانے اور بیعت لینے میں تاخیر نہ فرماتے، لیکن آخر ایام میں بہت کم بیعت لیتے تھے۔ مرید کرنے کی خواہش کو بہت مذموم جانتے تھے۔

آثار

آپ ہندی میں اکثر چیزیں ارشاد فرماتے، فارسی اور اردو میں نسبتاً کم کہتے۔ آپ کا عرفانی کلام آپ کے دیوان موسوم بہ 'اسرارِ حقیقت' میں جمع ہے۔
آپ کے ملفوظ کے دو مجموعے ہیں:
(۱) نغمۂ طریقت (تاریخی نام: نغمۂ صوفیہ 1286ھ)
آپ کے مرید و خلیفہ مخدومی حضرت شاہ محمد شفیع قیس صفی پوری نے فارسی زبان میں مرتب فرمایا۔ جو 1906ء میں قیصر ہند پریس الٰہ آباد سے شائع ہوا۔
(۲) مخزن الولایت والجمال (1286ھ) جسے آپ کے عزیز خلیفہ، مخدومی شاہ محمد عزیز اللہ عرف منشی ولایت علی صفی پوری نے جمع کیا۔ یہ اپنی نوعیت کا منفرد و لاجواب ملفوظ ہے۔ اس میں آپ کی سوانح کے ساتھ آپ کے خلفا کے بھی مختصر حالات درج ہیں۔ 1300ھ میں مطبع انوار محمدی، لکھنؤ سے طبع ہوا۔ یہ بھی فارسی میں ہے۔ اردو ترجمہ پاکستان سے 1963ء میں شائع ہو چکا ہے۔

اولاد

آپ کے ایک صاحبزادے حضرت نیاز صفی تھے، جو تین سال کی عمر میں ہی وفات پا گئے اور ایک صاحبزادی مُنیا بی بی رحمہا اللہ تھیں جو حضرت خلیفۃ اللہ شاہ عرف شیخ امیر احمد قدس سرہ کو منسوب تھیں۔

خلفاء

سلسلۂ صفویہ جس طرح سے آپ کی ذات سے شائع ہوا، بندگی شیخ مبارک قدس سرہ کے بعد کسی کی ذات سے اس کی ایسی اشاعت نہیں ہوئی۔ ۴۲ر نفوس قدسیہ کی تکمیل فرما کر ان کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، جن میں سے سب کے سب اپنے وقت کے کامل مرشد اور رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے دست حق پرست پر ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ تائب ہوئے اور ان کے ذریعے طالبین مولیٰ نے اپنے مقصد حیات تک رسائی حاصل کی۔

کعبۃ العشاق باشد این مقام
ہر کہ ناقص آمد این جا شد تمام

(یہ بارگاہ عشاق کا مرکز ہے، اس کے گرد جو بھی ناقص آیا اس کی تکمیل ہوئی۔)

جانشینی وتولّیت

حضرت خلیفۃ اللہ شاہ عرف شیخ امیر احمد قدس سرہ آپ کے جانشین ہوئے۔ حضرت شاہ امیر احمد قدس سرہ آپ کے داماد اور بھتیجے تھے۔ پیر و مرشد نے آپ کے حق میں فرمایا تھا کہ میرے فرزند، لخت جگر اور جان و مال کے مالک ہیں۔

آپ اپنے مرشد گرامی کے آخری خلیفہ تھے۔ پیر و مرشد نے وصال سے صرف ۳ر دن پہلے آپ کو اجازت وخلافت عطا کی اور جانشین مقرر فرمایا۔

حضرت شاہ امیر احمد صفوی نے زوجۂ اولیٰ (بنت حضرت صاحب) کی وفات کے بعد دوسرا عقد انیسؒ بی بی سے کیا، وہ بھی لاولد رہیں

وصال

قطب العالم حضرت مخدوم شاہ خادم صفی محمدی کا وصال 13/رجب 1287ھ مطابق 9 اکتوبر 1870ء بروز یک شنبہ کو ہوا۔ مزار مقدس صفی پور میں مرجعِ خلائق ہے۔

از حضرت شاہ عزیز اللہ صفی پوری

شاہ خادم صفی ولیُّ اللہ
قد تلقّٰی بجنّتِ الماویٰ
قلتُ بالفکرِ عامۂ کعزیز
أَوصَلَ اللہُ شَیْخَنَا بِلِقَا

مراجع:

1. مخزن الولایت والجمال، محمد عزیز اللہ شاہ، مطبع انوار محمدی، لکھنو 1300ھ
2. عین الولایت، محمد عزیز اللہ شاہ، منشی نولکشور، لکھنؤ۔ 1316ھ/1899ء
3. تذکرہ مینائیہ، مولانا حسن سعید صفوی، شاہ صفی اکیڈمی، سید سراواں، کوشامبی۔ اگست 2020ء

□□□

مرید کے اوصاف

مرید کو چاہیے کہ بہر صورت اور بہر طور مولیٰ تعالیٰ کا طلب گار ہو۔ وہ اپنے بدن سے مولیٰ تعالیٰ کا طلب گار ہو، اس طرح کہ بندگی کا ثبوت دے، روزہ، نماز، نوافل اور دوسری نیکیاں کرے، اپنے نفس سے مولیٰ کا طلب گار رہے، ریاضت و مجاہدہ کرے اور خود بینی اور بدنیتی سے باز رہے، اپنے دل سے مولیٰ کا طلب گار رہے، اس طرح کہ اپنے دل کے اندر حق تعالیٰ کے علاوہ کسی کو بھی داخل نہ ہونے دے

اقتباسات از فوائد سعدیہ

مرید کو چاہیے کہ بہر صورت اور بہر طور مولیٰ تعالیٰ کا طلب گار رہو۔ وہ اپنے بدن سے مولی تعالی کا طلب گار رہو، اس طرح کہ بندگی کا ثبوت دے، روزہ، نماز، نوافل اور دوسری نیکیاں کرے، اپنے نفس سے مولی کا طلب گار رہے، ریاضت ومجاہدہ کرے اور خود بینی اور بدنیتی ہے باز رہے، اپنے دل سے مولیٰ کا طلب گار رہے، اس طرح کہ اپنے دل کے اندر حق تعالی کے علاوہ کسی کو بھی داخل نہ ہونے دے اور نہ کسی کو جگہ دے؛ کیوں کہ مومن کا دل حرم الٰہی ہے اور حرم الٰہی میں غیر کا داخلہ ممنوع ہے۔

مرید اپنی عقل سے اپنے مولی کا طلب گار رہے، اس طرح کہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دے بلکہ دنیا و آخرت دونوں پر رب تعالیٰ کو ترجیح دے؛ کیوں کہ مَنْ لَه الْمَوْلَى فَلَه الْكُل جس کا رب ہو گیا اس کا سب ہو گیا۔

ہاں ہاں! اے عزیز عقل کا کام یہی ہونا چاہیے اور عقل مندوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ایک عارف فرماتے ہیں:

اے دل بہوائے دوست جان رادر باز
جان راچہ محل ہر دو جہاں رادر باز بسیار نگویم کہ فلاں رادر باز تا ہر چہ ترا خوش آید آں رادر باز

(۱) اے دل! دوست کی محبت میں جان کی بازی لگا دے، جان کی کیا حیثیت، دونوں جہان کی بازی لگا دے۔

(۲) کس چیز کی بازی لگانی ہے، میں اس کی تفصیل نہیں کروں گا، جو چیز بھی تجھے محبوب ہو، اس کی بازی لگا دے۔

بندہ اپنے سِر سے مولیٰ کا طلب گار رہے اور حق تعالی کے علاوہ اور اپنے علاوہ سب کو فراموش کر دے۔

من باشم وتو باشی واغیار نباشد (میں رہوں، تو رہے، تیسرا کوئی نہ ہو)

بندہ اپنی روح سے مولیٰ تعالی کا طلب گار رہے، اس طرح کہ خود کو بھی فراموش کر دے اور اس کی خودی دوست کے وجود میں فانی ہو جائے، یہاں تک کہ دوئی مٹ جائے اور عینیت ثابت ہو جائے اور وہ اس مقام تک پہنچ جائے کہ:

تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری (اب کوئی یہ نہ کہے، باقی ہے میرا تیرا)۔ پیر دست گیر قطب عالم نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ مرید کے لیے صدق و اخلاص ہی اصل ہے۔ مرید نے اگر صدق و اخلاص کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو گویا اس نے اپنا معاملہ مضبوط کر لیا اور بے یقین وہ مردان الٰہی کے مقام تک پہنچ جائے گا، البتہ صدق و اخلاص دو چیزوں کے بغیر نہیں پایا جائے گا: ایک یہ کہ شرعی امور کی پابندی کرے اور دوسری یہ کہ مخلوق کی جانب نظر نہ کرے اور کسی سے نفع و نقصان کی توقع نہ رکھے۔ رب تعالیٰ کو یقینی طور پر نفع و نقصان کا مالک جانے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: لَا يُكْمُلُ إِيمَانُ الْمَرْءِ حَتَّىٰ يَكُونَ النَّاسُ عِنْدَهُ كَالْأَبَاعِرِ (انسان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک اس کی نظر میں لوگوں کی حیثیت چوپایوں کی طرح نہ ہو جائے۔

رئیس درویشاں، محتسب عارفان شیخ قوام الدین لکھنوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

توئی چو مومن مشرک موحد نیستی واللہ
موحد آنگہی گردی کہ رواز غیر گردانی

(جب تک تم مومن مشرک ہو، قسم خدا کی موحد نہیں ہو سکتے، تم اس وقت موحد بنو گے جب مخلوق سے منھ موڑ لو گے)۔

ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

اس فقیر کے پیر دست گیر فرماتے ہیں: مرید کو چاہیے کہ غیر کو اپنی نظر میں نہ لائے اور مخلوق کی مدح و ذم سے اپنے آپ کو بے نیاز کر لے، جو بھی عمل کرے اچھی نیت اور صدق و اخلاص کے ساتھ کرے، لوگوں کی باتوں سے اپنے آپ کو پراگندہ خاطر نہ کرے اور ان کے نیک و بد کہنے کی پروا نہ کرے؛ کیوں کہ لوگوں کی زبان سے بچنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اسی مقام پر پیر دست گیر نے یہ بھی فرمایا: ایک دن ایک بوڑھا شخص گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا اور اس کا ایک چھوٹا بیٹا پیچھے پیچھے پیدل چل رہا تھا۔ لوگوں نے اہانت آمیز لہجے میں کہا کتنا بے درد ہے یہ شخص کہ خود گھوڑے پر سوار ہے اور اپنے کم سن لڑکے کو پیدل چلا رہا ہے اور اسے تکلیف دے رہا ہے۔ بوڑھا اپنے کم سن لڑکے کو گھوڑے پر سوار کر کے خود پیدل چلنے لگا، اور خود گھوڑے کو پکڑ کر چلنے لگا۔ آگے کچھ دوسرے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے بھی اس بے چارے کا مذاق اڑایا اور کہا: یہ بوڑھا کتنا احمق ہے، خود پیدل جا رہا ہے اور اپنے بچے کو سوار کیے ہوئے ہے۔ اس بار وہ بوڑھا خود بھی سوار ہو گیا اور اپنے بیٹے کو بھی بٹھائے رہا۔ آگے پھر کچھ لوگوں سے سامنا ہوا اور انھوں نے بھی اس کو برا بھلا کہنا شروع کیا: کیا ظلم ہے کہ ایک گھوڑے پر دو لوگ سوار ہو کر جا رہے ہیں اور گھوڑے کے ضعف اور اس کی کمزوری کا خیال نہیں کر رہے ہیں۔ اب وہ بوڑھا خود بھی پیدل چلنے لگا اور اپنے کم سن بیٹے کو بھی پیدل چلانے لگا اور گھوڑا بغیر سوار کے چلنے لگا۔ آگے پھر کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ حسب سابق ان لوگوں نے بھی اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ انھوں نے کہا: یہ کس قدر احمق ہیں! گھوڑا موجود ہے لیکن پھر بھی دونوں پیدل جا رہے ہیں۔ اس بوڑھے نے جب دیکھا کہ لوگوں کی زبان سے بچ نکلنا کسی بھی طرح ممکن نہیں تو اسے جس طرح سمجھ میں آیا روانہ ہو گیا اور لوگوں کی تعریف اور برائی سے بے نیاز ہو گیا۔

تمام ہندوستانی مزارات کے اوپر، تارا گڑھ کی پہاڑیوں سے گھرے اجمیر شہر کے قلب میں خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ جسے درگاہ خواجہ غریب نواز کے نام سے جانا جاتا ہے، محبت، ہم آہنگی، اتحاد اور بھائی چارے کی روشن مثال ہے

خواجہ غریب نواز شہنشاہوں کی شہرت اور جاہ و جلال کو کیوں پیچھے چھوڑ گئے؟

ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن

ہم خواجہ غریب نواز اجمیری کے قمری کیلنڈر کے مطابق 811 واں سالانہ عرس (یوم وفات) منا رہے ہیں جو یکم فروری 1143ء کو سیستان، ایران کے شہر سنجر میں پیدا ہوئے۔ وہ 15 مارچ 1236ء کو اجمیر، راجستھان میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس وقت سے ان کے شاگرد اور پیروکار صوفی روایات کے مطابق ان کی برسی مناتے رہے ہیں۔ صوفی عرفان وفات کا جشن مناتے ہیں نہ کہپیدائش، کیونکہ ان کے لیے موت کا مطلب اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے، اسی لیے صوفیہ اس کو "وصال" سیتعبیر کرتے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ کی پرورش خراسان، ایران میں ہوئی، جب کہ ان کے والد غیاث الدین کا انتقال اس وقت ہوا جب وہ 15 سال کے تھے۔ وہاں ان کی ملاقات حضرت ابراہیم قندوزی سے ہوئی جس کے بعد انہیں عرفان حاصل ہوا، اس کے بعد وہ مزید تعلیم کے حصول کے لیے بخاراتشریف لیگئے پھر وہاں سے بغداد شریف تشریف لے گئے جہاں بہت سے بزرگوں کے ساتھ ساتھ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی اور ان کی خدمت میں ایک لمبا عرصہ گزارنے کے بعد پھر دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ بالآخر وہ لاہور سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں اجمیر آئے، جہاں انہوں نے ساری زندگی بسر کی اور وفات کے بعد ان کی آرام گاہ بن گئی۔ یہ ایک حیران کن حقیقت ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان پر تقریباً 800 سال حکومت کی اور تاج محل، لال قلعہ، ہمایوں کا مقبرہ اور قطب مینار جیسی بہت سی تاریخی یادگاریں تعمیر کیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ نہیں ہے، سوائے خواجہ غریب نواز کے۔ بادشاہوں اور حکمرانوں کے برعکس خواجہ غریب نواز نے لاکھوں بے بسوں، غریبوں، کمزوروں اور پسماندہ لوگوں اور حق کے متلاشیوں کے دل جیت لیے۔ رحمت الٰہی سے وہ غریب نواز (غریبوں کا حامی) بن گئے، حالانکہ ان کا اصل نام معین الدین (دین کا مددگار) ہے۔ انہوں نے حقوق اللہ (خدا کے حقوق) اور حقوق العباد (انسانی حقوق) کو یکساں طور پر پورا کیا اور کمزوروں اور غریبوں کی خدمت کی، محبت سے محروم لوگوں سے محبت کی اور بلا تفریق ذات پات، نسل، جنس اور مذہب کے بھوکوں کو کھانا کھلایا۔ یہ ان کی بے مثال خدمت اور انسانیت کے لیے محبت تھی جس نے کسی بھی حکمران کے برعکس پورے معاشرے کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ انہیں برصغیر پاک و ہند کا بادشاہ 'سلطان الہند' کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اس برصغیر میں چشتی صوفی سلسلہ کو فروغ دیا اور دنیا میں سب سے زیادہ پیروکاروں کے ساتھ عظیم صوفی بن گئے۔ ان کے صوفیانہ نظم اور کردار کی انفرادیت یہ تھی کہ انہوں نے اپنے پاکیزہ کردار اور بے لوث خدمات سے دوسروں کو بہت متاثر کیا اور انہوں نے مقامی روایات کو قبول کیا اور ان کو اپنے اوصاف کا حصہ بنایا۔ صوفیائے کرام کا عالمگیر اخوت، ہم آہنگی اور بھائی چارے کا پیغام اس قدر بلند اور جامع تھا کہ ان کے خدا کے ساتھ اتحاد (وصال الٰہی) کے بعد بھی ان کی درسگاہیں ہر شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں سے لبریز رہتی ہیں۔ تمام ہندوستانی مزارات کے اوپر، تارا گڑھ کی پہاڑیوں سے گھرے اجمیر شہر کے قلب میں خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ جسے درگاہ خواجہ غریب نواز کے نام سے جانا جاتا ہے، محبت، ہم آہنگی، اتحاد اور بھائی چارے کی روشن مثال ہے۔ مولانا رومی نے انسانی دل کی اہمیت کو بیان کیا ہے:

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است (ایک دل ہزار کعبہ سے بہتر ہے)۔ وہ مزید کہتے ہیں:

دل بدست آور کہ حج اکبر است،
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہِ خلیل آزر است
دل گزر گاھے جلیل اکبر است

(ترجمہ):

دل ہاتھ آئے کہ حج اکبر یہی ہے

هزار کعبوں سے ایک دل بہتر ہے
کعبہ تو خلیل اللہ کے ہاتھوں بنا ہے
لیکن دل ربِ جلیل کی گزرگاہ ہے

ہندوستان کے عظیم صوفی بزرگ خواجہ معین الدین چشتی جنہیں اجمیر کے غریب نواز کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اکثر لوگوں کو سکھایا کرتے تھے: سب سے محبت اور کسی سے بغض نہیں۔ ان کے شاگردوں اور جانشینوں نے اپنے مرشد کے اس پیغام کو مضبوتی سے تھام لیا اور ان کی درسگاہیں عالمگیر محبت اور وابستگی پھیلانے کا مرکز بن گئیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی قدس سرہ اکثر فارسی شاعر ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کے درج ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے۔ 'اگر لوگ تمہارے راستے میں کانٹے بچھائیں تو تم ان کے راستے میں پھول رکھ دو۔ ورنہ سارا راستہ کانٹوں سے بھر جائے گا۔

آج ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اجمیر شریف کے خواجہ غریب نواز اور دہلی کے حضرت نظام الدین اولیاء نے ہمیں کیا سکھایا۔ صوفی بزرگوں کی طرف سے عام لوگوں کے ساتھ جو محبت، بھائی چارہ اور پیار دکھایا گیا اس نے ان کے دل جیت لیے، اور ان کی عبادت گاہیں، خانقاہیں محبت کا مرکز تھیں جہاں ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے دکھوں کا ازالہ کرنے کے لیے جوق در جوق آنے لگے۔ ان صوفی مشائخ نے مقامی رسم و رواج اور ثقافت کا اس حد تک احترام کیا کہ ان میں سے اکثر نے اپنے غیر مسلم بھائیوں کے احترام کی وجہ سے سبزی کھانا پسند کیا۔ خواجہ غریب نواز، خواجہ نظام الدین اولیاء، سرمد شہید، بو علی شاہ قلندر اور بہت سے دوسرے بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اپنے غیر مسلم بھائیوں کے احترام کیلئیان کا فلسفہ سیدھا تھا: جیو اور جینے دو، سب سے محبت اور ہمدردی، ذات پات، نسل، ثقافت، مذہب اور جنس کی بنیاد پر کوئی نفرت یا امتیاز نہیں۔ چشتی صوفیوں نے مقامی روایات کو اپنانا جاری رکھا۔ مثال کے طور پر دہلی میں حضرت امیر خسروؒ ہی تھے جنہوں نے اپنے مرشد نظام الدین اولیاء کو خوش کرنے کے لیے بسنت منانا شروع کیا۔ تب سے درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کے احاطے میں بسنت کی تقریبات کا سلسلہ جاری ہے۔

چشتی صوفی سلسلہ کو برصغیر پاک و ہند میں خواجہ غریب نواز نے قائم کیا۔ اس کا اہتمام بابا فریدالدین گنج شکر پنجتن پاک نے کیا ہے اور اسے دہلی کے حضرت نظام الدین اولیاء نے اعلیٰ ترین سطح پر فروغ دیا۔ چشتی صوفیاء کا بنیادی فلسفہ نفرت کرنے والوں سے محبت کرنا، ناخواندوں کو خوش آمدید کہنا اور غیر محفوظ لوگوں کی خدمت کرنا ہے۔ انہوں نے انسانی دل کو متحد کیا اور مقامی روایت سے دوسروں کی اچھی باتوں کو قبول کرنے کی اپنی فطرت کے مطابق ہم آہنگی کے ساتھ زندگی بسر کی اور اپنے تقویٰ اور بے لوث کردار سے دوسروں کو متاثر کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جو ہمارے پاس آئے اسے کھانا کھلاو اور ان کا مذہب نہ پوچھو۔ ان کے صوفی نظام کو پھلنے پھولنے کے پیچھے یہی خوبصورتی ہے، حالانکہ یہ 800 سال بعد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ خواجہ غریب نواز کی درگاہ اجمیر سعودی عرب کے مقدس شہر مکہ و مدینہ اور عراق میں نجف اور کربلا کے بعد دنیا کا پانچواں بڑا اجتماعی روحانی مقام ہے۔ خواجہ غریب نواز سے لے کر بابا فرید، نظام الدین اولیاء دہلی، پیران کلیر میں صابر پاک، امیر خسرو دہلوی، سرمد شہید، گلبرگہ میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، ناگپور میں بابا تاج الدین، کچھوچھہ میں مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی اور بنگال میں علاء الحق پنڈوی، بریلی میں شاہ نیاز اور دیوا میں حاجی وارث علی شاہ کے اپنے اپنے صوفی سلسلے کی کڑیاں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ بزرگان دین غیر مشروط محبت اور ہمدردی کے اپنے منفرد فلسفوں کے ذریعے لاکھوں دلوں پر راج کرتے ہیں۔

آج ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اجمیر شریف کے خواجہ غریب نواز اور دہلی کے حضرت نظام الدین اولیاء نے ہمیں کیا سکھایا۔ صوفی بزرگوں کی طرف سے عام لوگوں کے ساتھ جو محبت، بھائی چارہ اور پیار دکھایا گیا اس نے ان کے دل جیت لیے، اور ان کی عبادت گاہیں، خانقاہیں محبت کا مرکز تھیں جہاں ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے دکھوں کا ازالہ کرنے کے لیے جوق در جوق آنے لگے۔

سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ

اخلاق ومحبت اور صلح وآشتی کے ذریعہ تاریک دلوں میں اللہ کی اطاعت وبندگی کی شمع روشن کرنے کا نام چشتیت ہے

مفتی آفتاب رشک مصباحی،
(خانقاہ عارفیہ،سید سراواں،الہ آباد،انڈیا)

ہندوستان کے بعض خطے یوں تو پہلی صدی ہجری ہی میں نورِ اسلام سے منور ہو چکے تھے۔ مگر اپنے پورے جغرافیائی حدود کے ساتھ اخلاقِ محمدی کی عملی صورت سے متعارف ہونے کا موقعہ داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری کے بعد سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کی ذات گرامی سے میسر آیا۔

خواجہ معین الدین چشتی ایک علمی اور روحانی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔آپ کا دادیہال اور نانیہال دونوں گھرانہ تقوی وطہارت اور دین داری میں پیشوائی کا درجہ رکھتا تھا۔اس پر مستزاد یہ کہ آپ دونوں جہت سے جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا کے نسب سے تعلق رکھتے تھے۔یعنی آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ماں سیدہ ام الورع ماہ نور کی طرف سے حسنی اور والد سید غیاث الدین کی طرف سے حسینی، یہ آپ کی خاندانی نسبت تھی۔

ولادت ووفات: خواجہ صاحب کی تاریخ ولادت میں دوقول ملتے ہیں۔اول: آپ کی ولادت 530ھ میں ہوئی، دوم: آپ کی ولادت 535ھ میں ہوئی۔ جب کہ تاریخ وفات: 633ھ اور 632ھ ملتی ہے۔ سیر العارفین کے حوالے سے پتا چلتا ہے کہ خواجہ صاحب کی عمر 97 سال تھی۔اس اعتبار سے خواجہ صاحب کی وفات اگر 663ھ مانیں تو ولادت 536ھ ہونی چاہیے اور اگر وفات 632ھ مانی جائے تو تاریخ ولادت 535ھ بنتی ہے۔تاریخ ولادت ووفات کا یہ اختلاف کوئی عجوبہ نہیں، بلکہ ایسا ہر اس شخصیت کے ساتھ ہوتا ہے جن کی تاریخ ابتدا ہی سے مرتب نہیں ہوتی۔اور خواجہ صاحب کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔سلطان جی خواجہ نظام الدین اولیا کے ملفوظات کا مجموعہ فوائد الفواد، خواجہ امیر خورد کرمانی کی کتاب سیر الاولیا اور شیخ جمالی کی کتاب سیر العارفین جن میں نہایت مختصر طور پر دو چند باتیں ہی آئی ہیں، یہ ساری کتابیں کچھ ہی بعد کی ہیں، مگر ان میں بھی تفصیلی حالات مذکور نہیں ہیں۔

جائے ولادت: ہرات کے قریب سیستان نامی جگہ میں خواجہ صاحب کی ولادت ہوئی۔ سیستان جسے عربی میں سجستان کہا جاتا ہے اور اہل عرب اہالیان سجستان کو سجزی کہتے ہیں، اسی لیے خواجہ صاحب کو خواجہ معین الدین چشتی سجزی کہا جاتا ہے۔ جب کہ اردو بول چال والوں کی اکثریت غلط العوام کے طور پر سجزی کی جگہ سنجری کا تلفظ کرتے ہیں۔

تعلیم: خواجہ صاحب کے والد بزرگوار سید غیاث الدین جہاں بڑے تاجروں اور صاحب ثروت لوگوں میں شامل تھے وہیں آپ کا شمار اپنے زمانے کے ممتاز مشائخ میں بھی ہوتا تھا۔ چناں چہ ابتدائی تعلیم کے ساتھ خود ہی خواجہ صاحب کو قرآن بھی حفظ کرایا۔ مزید تعلیم کے لیے کوئی بڑا فیصلہ ہوتا کہ قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ چناں چہ جب خواجہ صاحب کی عمر 15 سال کی ہوئی تو والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔اس کے بعد زیادہ دن بھی نہیں گزرے تھے کہ والدہ کی شفقتوں سے بھی آپ محروم ہو گئے۔ نتیجۃً آپ کی تعلیم موقوف ہوگئی۔

تقسیم وراثت کے بعد آپ کے حصے میں ایک باغ اور بور(Bore well) آیا، بعض لوگوں نے بور یعنی پن چکی کی بجائے آٹے پیسنے والی چکی کا ذکر کیا ہے۔ چناں چہ آپ اسی کی دیکھ بھال میں خود کو مصروف رکھنے لگے۔ مگر باغ بانی کا یہ سلسلہ زیادہ عرصے تک دراز نہ رہ سکا۔ ایک دن ابراہیم قندوزی نامی مجذوب آپ کے باغ میں آ پہنچے۔ ان کی آمد پر آپ نے ان کی از حد تعظیم کی، خوب مہمان نوازی کی اور باغ کے پھل سے ان کی ضیافت فرمائی، جس کی وجہ سے قندوزی صاحب بہت خوش ہوئے۔ قندوزی صاحب نے جانے سے پہلے کوئی چیز چبا کر آپ کو دی جسے آپ نے کھالیا۔ تذکرہ نگاران لکھتے ہین کہ اسے کھاتے ہی آپ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوئی اور عشق وعرفان کی جو وراثت والدین کی طرف سے ملی تھی وہ دوآتشہ ہوگئی۔ چناں چہ جلد ہی آپ نے سب کچھ بیچ کر خود کو اللہ کے سپرد کردیا۔

معرفت کی راہ از اول تا آخر عشق کی راہ ہے، مگر علم بالکتاب والسنۃ ساتھ نہ ہو تو انسان مجذوب ہو جاتا ہے، جس سے ایک بڑی آبادی فیض پانے سے محروم رہ جاتی ہے۔ ہاں! عشق کے ساتھ علم بھی ہم رکاب ہو جائے تو نور علی نور۔ اسی وجہ سے خواجہ صاحب نے باغ اور پن چکی فروخت کرنے کے بعد تحصیل علم کو ترجیح دی اور اس زمانے کے مراکزِ علم سمرقند و بخارا کے مشاہیر علما و مشائخ سے اکتسابِ فیض کرتے ہوئے مروجہ علوم نقلیہ وعقلیہ میں مہارت حاصل کی۔

تاریخ ولادت کے اختلاف کے اعتبار سے جب آپ

کی عمر 27 سال یا 32 سال کی ہوئی تو مرشد کامل کی تلاش کرتے ہوئے پہلی بار 562ھ میں بغداد پہنچے۔ بغداد کے شہرہ آفاق بزرگ عالم دین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کا وصال ابھی جلد ہی ہوا تھا (شیخ کا سال وصال 561ھ ہے۔ شیخ کی درس گاہ بغداد میں تھی، جب کہ اسی زمانے میں نیسا پور کیہر وَن/ ہارون نامی قصبے کے ایک بزرگ خواجہ عثمان ہَر وَنی / ہارونی کی روحانیت کا شہرہ بھی خوب تھا۔ ان دنوں خواجہ ہارونی بغداد میں مقیم تھے۔ خواجہ صاحب ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور خود کو مرشد برحق کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ اور کامل بیس سال کی شبانہ روز خدمت و تربیت کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز کیے گئے۔ خواجہ صاحب کا یہ عمل اس بات کو مہمیز کرتا ہے کہ ظاہر علم کی تکمیل کے بعد مغرور ہو کر بیٹھ جانے کی بجائے صاحبانِ باطن کی صحبت و تربیت لازمی اختیار کرنی چاہیے اور خود کو ''مردہ بدست غسال'' کی مانند کسی شرط کے بغیر ان کے حوالے کر دینا چاہیے تا کہ معرفت خداوندی سے سرفراز ہو سکیں۔

خواجہ صاحب نے پہلی بار اپنے مرشد گرامی قدر خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ سفر حج کیا جہاں آپ کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے ہندوستان کی ولایت سونپی گئی۔ دوسری بار مرشد کے بغیر ہی حج پر روانہ ہوئے اور بارگاہ رسالت سے سفر ہند کا حکم پایا۔ حج و زیارت سے فراغت کے بعد آپ بغداد پہنچے، جہاں کئی نامور مشائخ نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ بغداد سے روانگی کے وقت آپ کے مرید خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بھی ساتھ ہو گئے۔ ہمدان، تبریز، خرقان، اصفہان، بلخ اور غزلی ہوتے ہوئے لاہور پہنچے اور داتا گنج بخش مخدوم علی ہجویری کے مزار مبارک پر چلہ کش رہ کر دہلی کے راستے ایک روایت کے مطابق 40/ درویشوں کے ساتھ اجمیر معلیٰ وارد ہوئے۔ آپ جس زمانے میں اجمیر آئے وہ راجہ پرتھوی راج چوہان کا زمانہ تھا۔

بغداد سے دہلی آتے ہوئے خواجہ صاحب نے کئی ملکوں اور کئی علاقوں کی تہذیب وثقافت کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔ آپ بذات خود ایک متبحر عالم دین تھے۔ چناں چہ اسلامی سماحت و وسعت فکری کے پیش نظر یہاں کے باشندوں کا از حد خیال رکھا۔ آپ ان کے دکھ درد کا مداوا کرتے، ان کی مظلومیت پر ان کو دلاسہ دیتے اور اپنی معیت وقربت بخش کر بے پناہ پیار ومحبت کا سلوک کرتے۔ چناں چہ وہ لوگ جو ذات پات، اونچ نیچ اور امیری وغریبی کے بیچ پسے ہوئے تھے رفتہ رفتہ آپ سے قریب ہونے لگے۔ آپ نے اعلیٰ اخلاقی خوبیوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت حکمت کے ساتھ ان کے تاریک دلوں کو شمع توحید سے روشن کرنا شروع کر دیا۔

کہتے ہیں کہ کسی کی زندگی اس طرح پاکیزہ ہو جائے کہ وہ بلا تفریق مذہب وملت سب کے ساتھ یکساں ہم دردی کرنے لگے، سب کو ایک نظر سے دیکھے، محبت و عداوت بھی انصاف سے خالی نہ ہو، سب کا احترام، سب کی عزت وقدر کے ساتھ سب کا خیر خواہ ہو، اس کی مجلس میں سب کو شرف یابی کے مواقع ملیں اور سب کی ڈائریکٹ اس تک رسائی ہو، اس کا کوئی بھی عمل کسی بھی فرد بشر کے لیے دوئی کو قبول نہ کرتا ہو تو ایسا شخص نہ صرف جسم و جاں، بلکہ دین وایمان کا بھی خریدار بن جاتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ خواجہ صاحب توحید ربانی اور اخلاق محمدی کا بھی آئینہ تھے۔ چناں چہ جتنے لوگ بھی آپ سے قریب ہوتے گئے وہ آپ ہی کے رنگ میں رنگتے چلے گئے۔

آپ کے بعد آپ کے خلفا اور سلسلے کے بزرگوں نے بھی اسی روایت کو فروغ دیا جس کا نتیجہ ہوا کہ ہندوستان کی ایک بڑی آبادی جلد ھی نور توحید سے منور ہو گئی اور آج بھی جہاں جہاں آپ کی تبلیغی روایت باقی ھے، لوگ شمع توحید سے اپنے تاریک دلوں کو روشن کر رھے ھیں۔

آپ کے بعد آپ کے خلفا اور سلسلے کے بزرگوں نے بھی اسی روایت کو فروغ دیا جس کا نتیجہ ہوا کہ ہندوستان کی ایک بڑی آبادی جلد ہی نور توحید سے منور ہو گئی اور آج بھی جہاں جہاں آپ کی تبلیغی روایت باقی ہے، لوگ شمع توحید سے اپنے تاریک دلوں کو روشن کر رہے ہیں۔

خواجہ صاحب کے کئی نامور خلفا ہوئے جن میں آپ کے صاحب زادے خواجہ فخر الدین احمد چشتی بھی شامل ہیں، جن کا مزار اجمیر معلیٰ سے ٦٠/ کیلومیٹر دور سرواڑ شریف میں مرجعِ خلائق ہے، مگر آپ کی مسند روحانیت کے جانشین قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہوئے، ان کے بعد ان کے خلیفہ بابا فرید الدین گنج شکر، ان کے بعد سلطان جی خواجہ نظام الدین اولیا اور صابر پاک خواجہ علاء الدین صابر کلیری، سلطان جی کے بعد چراغ چشت خواجہ نصیر الدین محمود دہلوی، ان کے بعد بندہ نواز سید محمد گیسو دراز گلبرگہ اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری اور دیگر مشائخ چشت کے ذریعہ پھر یہ شجر طوبیٰ ایسا برگ و بار لایا کہ ہندوستان کا شاید ہی کوئی خطہ یا خانقاہ ایسی ملے جہاں چشتی فیضان نہ پہنچا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ کن کے یہاں کون سی نسبت غالب ہے، مگر چشتی فیض سے سبھی مستفیض ہیں۔

ہندوستان کی رنگا رنگی اور یہاں کی تہذیب وثقافت اور معاشرتی بوقلمونی کے پیش نظر اگر بڑے پیمانے پر کوئی طریقہ؟ دعوت یہاں مؤثر ہو سکتی ہے تو وہ فقط چشتیت ہے۔ چشتیت سے ہٹ کر کوئی بھی طریقہ؟ ارشاد ایک مومن کے لیے اپنے حق میں تو مفید اور کار آمد ہو سکتا ہے، لیکن دوسرے کے حق میں وہ بات کہاں جو جو چشتیت کے سُر اور تان میں ہے۔

خواجہ صاحب کا پیغام محبت تھا، وہ ہر ایک فرد بشر سے محبت کرتے تھے اور کسی شرط کے بغیر محبت کرتے تھے۔ ان کے یہاں کسی کے لیے نفرت نہیں تھی اور نہ کسی سے بھید بھاؤ تھا۔ وہ ہر شخص کے دوست تھے اور ہر ایک سے دوستی نباہتے تھے۔ وہ اپنوں سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھتے تھے۔ مظلوموں کی دادرسی، ضرورت مندوں کی حاجت روائی اور بھوکوں کو کھانا کھلانا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ خواجہ صاحب کی تعلیمات کے لیے سلطان جی کا مجموعہ ملفوظات فوائد الفواد، امیر خورد کرمانی کی سیر الاولیا، مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خزانہ جلالی، شیخ سعد الدین خیر آبادی کی مجمع السلوک اور مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیی منیری کے مکتوبات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

خواجہ صاحب کا وصال اجمیر معلیٰ میں 6 / رجب کو ہوا تھا، نمازِ جنازہ آپ کے صاحب زادے خواجہ فخر الدین احمد چشتی نے پڑھائی اور آپ وہیں مدفون ہوئے۔ اسی لیے ہر سال اسی تاریخ میں اجمیر شریف میں آپ کے عرس کا اہتمام ہوتا ہے جہاں بلا تفریق مذہب وملت دنیا بھر کے زائرین اکتساب فیض اور حصول برکت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

صوفی ادب

در جاں چو کرد منزل جانان ما محمد
صد در کشاد در دل از جان ما محمد

مستغرق گناہیم ہر چند عذر خواہیم
پژمردہ چوں گیاہیم باران ما محمد

ما طالب خدائیم بر دین مصطفیٰ ایم
بر درگہش گدائیم سلطان ما محمد

ما بلبلیم نالاں در گلستان احمد
ما لولوئیم و مرجاں عمان ما محمد

در باغ, و بوستانم دیگر مخواں معینؔی
با غم بس است قرآں بستان ما محمد

ترجمہ:

ا۔ جب سے ہمارے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دل میں قیام فرمایا ہے تو ان کی وجہ سے ہمارے دل میں سو دروازے کھل گئے۔

۲۔ ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں معذرت خواہ ہیں، گھاس کی طرح مرجھائے ہوئے ہیں ہمارے لیے بارش رحمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۳۔ ہم طالب مولی ہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر ہیں ان کے در کے گدا ہیں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بادشاہ ہیں

۴۔ باغ احمد کے ہم چہکنے والے بلبل ہیں، ہم لولو و مرجان موتی ہیں اور ہمارے سمندر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۵۔ میرے باغ میں کچھ بھی مت پڑھ اے معینی، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہمارا باغ صرف قرآن ہے۔

مگر صباز سر کوئے دوست می آید
کہ از زمین و زماں بوئے دوست می آید

ازیں مصائب دوراں منال و شاداں باد
کہ تیرِ دوست بہ پہلوئے دوست می آید

ہر آن چہ آیدت از غیب و نیک و بد منگر
ہمی بسست کہ از سوئے دوست می آید

بیابہ وعظ معینؔی رموز عشق شنو
کہ از حکایت او بوئے دوست می آید

ترجمہ:

ا۔ جب دوست کی گلی سے بادصبا آتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ زمین وزماں سے دوست کی خوشبو آرہی ہے۔

۲۔ زمانہ کی بلاؤں کا غم مت لے، خوش رہا کر، اس لیے کہ دوست کا تیر دوست کے پہلو ہی میں آتا ہے۔

۳۔ جو کچھ غیب سے آرہا ہے اس میں اچھا برا مت دیکھ بس یہی دیکھنا کافی ہے کہ دوست کی طرف آرہا ہے۔

۴۔ آؤ؛ معینی کی تقریر میں عشق کے اسرار سنو، اس لیے کہ اس کے بیان سے محبوب کی بومل رہی ہے۔

سلطان المشائخ حضرت سید محمد نظام الدین اولیاءؒ

سید فیض علی شاہ
آستانہ حضرت میکش،
خانقاہ قادریہ نیازیہ، میوہ کٹرہ، آگرہ
919897491580 +

شجرہ طیبہ حضرت قطب الاقتاب محبوب العالمین سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین سید نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہ العزیز بن سید خواجہ احمد قدس اللہ سرہ العزیز۔ سید محمد نظام الدین بن سید خواجہ احمد بن خواجہ علی الحسینی البخاری بن سید عبداللہ بن سید حسن بن میر علی۔

آپ کے جد مادری بن خواجہ عرب حسینی بخاری بن سید محمد بن سید حسن بن میر علی بن میر احمد بن ابی عبداللہ بن میر علی اصغر بن سید جعفر بن سید علی الامام بن سید علی الہادی التقی بن امام سید محمدن الجواد بن الامام سلاطان الشہد احضرت علی موسیٰ رضاؒ بن امام حضرت موسیٰ کاظم الغیظ بن ہمام حضرت امام جعفر الصادقؒ بن امام حضرت محمدن الباقرؒ بن امام علی حضرت امام زین العابدینؒ بن امام فی الارض و السماع سلطان الشہد ا حضرت امام حسین شہید کربلاؒ بن امام فی المغارب والمشارق حضرت امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ وعلیہ السلام والاکرام۔

باب ولادت وخاندانی حالات: سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کی ولادت مبارک 636ھ میں بدایوں شریف میں ہوئی۔ سلطان المشائخ کے آبا و اجداد شہر بخارا کے رہنے والے تھے۔ یہ شہر علم وتقویٰ کا خزانہ اور کان ہے۔ شیخ المشائخ کے پدری جدِ اعلیٰ کو خواجہ علی بخاری کہتے تھے اور آپ کے جدِ مادریں کا نام خواجہ عرب تھا۔ یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے ساتھی اور دوست تھے اور دونوں بزرگ ایک ساتھ ہی بجارا سے لاہور تشریف لائے پھر لاہور سے بدایوں پہنچے۔ بدایوں اس زمانے میں "قبستہ الاسلام" تھا۔ آپ دونوں نے بدایوں ہی میں سکونت اختیار کی۔

خواجہ عرب کے دو صاحب زادے اور ایک صاحب زادی تھی۔ ان دونوں بزرگوں یعنی خواجہ عرب اور خواجہ علی بخاری کے درمیان نئی قرابت یہ قائم ہوئی کہ خواجہ عرب نے اپنی صاحبزادی حضرۃ بی بی زلیخاؒ سے، جو ولیہ اور اپنے وقت کی رابعہ تھیں جن کا روزہ متبرکہ آج بھی شہر دہلی میں اہل درد کا درماں اور درماندوں کا کعبہ حاجات ہے، ان کی شادی خواجہ علی بخاری کے صاحب زادے خواجہ احمد سے کردی۔ یہ ہی خواجہ احمد بن علی سلطان المشائخ کے والد محترم ہیں۔ اللہ تعلیٰ نے ان ہی خاطون کے بطن سے قانع قرامت کے موتی اور سرمایۂ عشق ومحبت یعنی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کو پیدا فرمایا اور اس افتاب عالم تاب سے عالم میں روشنی ظاہر ہوی ٔجن کے وسیلے سے اہل جہاں نے دنیا میں پرورش اور آخرت میں نجات پائی۔

باب تعلیم وتربیت: سلطان المشائخ کے والد محترم بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے۔ سلطان المشائخ جب زرا بڑے ہوئے تو ان کی والدہ نے آپ کو مکتب میں بھجوایا۔ پہلے آپ نے کلام اللہ ختم کیا پھر کتابیں پڑھنا شروع کیں ایک بڑی کتاب قریب الختم تھی تو آپ کے استاد نے سلطان المشائخ سے کہا تم اب ایک معتبر کتاب ختم کر رہے ہو تمھیں دانشمندی کی دستار اپنے سر بندھوانی چاہئیے۔ سلطان المشائخ نے استاد کی بات اپنی والدہ سے کہی۔ آپ کی والدہ نے خود اپنے ہاتھ سے سوت کات کر کپڑا بنوایا اور دستار تیار کی۔ جب سلطان المشائخ نے اس کتاب کو ختم کرلیا تو آپ کی والدہ بزرگوار نے کھانا تیار کرایا اور اس شہر کے ممتاز بزرگوں اور علماء کو دعوت دی۔ اس مجلس میں خواجہ علی جو شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید تھے اور انھوں نے نعمت دینی شیخ جلال الدین سے حاصل کی تھی، جن کی کرامتیں مشہور تھیں، موجود تھے۔ کھانے کے بعد سلطان المشائخ نے وہ دستار ان کو دی اور ان کے ساتھ جلس میں آئے تا کہ تمام بزرگوں کو سامنے آپ کی دستار بندی ہو۔ شیخ علی نے دستار کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں پکڑا اور دوسرا سرا سلطان المشائخ کے ہاتھ میں دیا۔ سلطان المشائخ نے وہ بزرگانہ دستار اپنھ سر پر باندھی۔ آپ نے پہلے خواجہ علی کی قدم بوسی کی خواجہ علی نے دعا کی کہ خدائے تعالیٰ تمہیں علمائے دین میں کرے اور ہمت کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچائے۔ اس کے بعد آپ نے حاضرین مجلس میں دوسے بزرگوں کی قدم بوسی کی اور ان کی

دعائیں لیں۔

بابا فرید گنج شکرؒ سے تعلیم: حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے ٦ پارے کلام اللہ کے اور تین کتابیں جن میں سے ایک میں میں قاری تھا اور دو کتابیں شیخ شیوخ العالم کے حلقۂ درس میں سنی۔ ٦ باب "عوارف" کے اور ابو شکور صالمین کی "تمہید" تمام کی تمام شیخ شیوخ العالم سے پڑھیں۔ سلطان المشائخ سے پوچھا گیا کہ جب آپ نے شیخ الشیوخ العالم فرید الدین الحق والدین طیب اللہ مرقدہ کی بیعت سے مشرف ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ آپ نے فرمایا بیس سال۔ بیعت ہونے کے بعد میں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ میرے متعلق کیا حکم ہوتا ہے؟ اب میں تعلیم کو جاری رکھوں یا اوراد و نوافل میں مشغول ہو جاؤں؟ فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم سے نہیں روکتا۔ وہ بھی کرو یہ بھی کرو یہاں تک کہ ان میں سے ایک غالب آجائے۔ پھر فرمایا کہ درویش کے لئے تھوڑا سا علم کافی ہے۔

دولت قدم بوسی میسر آئی اس بندہ کو خلعت خاص کے ساتھ مشرّف فرمایا عزیزانِ اہل زباں حاضر تھے زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ مولانا نظام الدین کو میں نے ہندوستان کی ولایت دی اور صاحب سجادہ بنایا اس ارشاد پر بندے نے دوبارہ قدم بوسی کی فرمان ہوا کہ میں جہانگیرِ عالم سرا ٹھا اور فوراً ہی حضرت شیخ قطب الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دستار جو اپنے سر پر باندھے ہوئے تھے عطا کی اور عصاء ہاتھ میں دیا اور اور اپنے دست مبارک سے خرقہ ہاتھ میں دیا اور فرمایا جاؤ دوگانہ ادا کرو میں جب قبلہ رو ہوا تو میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ میں نی تم کو خدا کے سپرد کیا پھر فرمایا کہ یہ سب چیزیں میں تم کو اس سبب سے دیتا ہوں کہ تم آخری وقت میرے پاس نہ ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی اپنے مرشد حضرت شیخ قطب الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا اس وقت میں ہانسی میں تھا الغرض اس کے بعد مولانا بدرالدین اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ سند تحریر کریں پھر جب سند مجھ کو مل گئی تو میرا سر پہلو میں لے کر فرمایا کہ میں نے تم کو خدا تک پہنچا دیا۔

عرس کی تقریب کا انعقاد: شیخ نظام الدین اولیا اپنے بزرگوں کے عرس بڑے اہتمام اور پابندی سے کرتے تھے۔ لنگر کے خرچ بڑھا دیے جاتے تھے اور سماع کا خاص انتظام ہوتا تھا۔ کھانا گھروں پر بھی بھیجا جاتا تھا۔ تبرک کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ ہر شخص کو مل جائے۔ مولانا برہان الدین غریب لنگر کی روٹیاں ایسے موقعوں پر سکھا کر رکھ لیتے تھے اور بیماروں کو دیتے تھے۔ خود شیخ اس بارے میں دریافت فرماتے تھے کہ کھانا کس کس کے یہاں بھیجا گیا اور کون کون ان تقریبات میں شریک ہوا۔

ذوقِ سماع: حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ میں قوالوں کا باقاعدہ انتظام رہتا تھا۔ بعض اوقات کیسی خوش لحن مرید یا شاعر سے بھی اشعار ترنم سے سن لیتے تھے۔ لیکن اکثر یہ خدمت قوال ہی انجام دیتے تھے۔ شیخ نے سماع کی چار قسمیں قرار دی تھیں۔ حلال حرام، مکروہ، اور مباح۔ جس کا رجحان بالکل حق کی طرف ہو، اس کے لئے حلال جس کا بیشتر حق کی طرف ہو، اس کے لئے مباح۔ جس کا میلان مجاز کی طرف زیادہ ہو اس کے لئے مکرو، جس کا میل بالکل مجاز ہی کی طرف ہو اس کے لئے حرام۔ پھر جن کے لئے سماع حلال تھا ان کے لئے بھی بعض شرطیں تھیں جن پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ گانے والا مرد ہو، لڑکا ہو، عورت نہ ہو، سننے والے یادِ حق سے خالی نہ ہوں، جو چیز سنائی جائے وہ فحش یا مسخرہ پن کی نہ ہو، مزامیر (چنگ، رباب، باجے) استعمال نہ کئے جائیں۔

حضرت محبوب الٰہی کا معمول تھا کہ جب کسی سماع میں شرکت کا دعوت نامہ قبول فرماتے تھے تو دو روز پہلے سے افطار میں کمی کر دیتے تھے۔ دہلی میں جہاں بھی محفل ہوتی اور کیسے ہی مشائخ اور صاحبان سجادہ وہاں موجود ہوتے لیکن صدر نشین حضرت محبوب الٰہی رحمت اللہ علیہ ہی ہوتے، گو آپ صاحب سماع نہیں بنتے تھے۔ حضرت شیخ کا ایک قوال حسن میمندی تھا جس کے گانے کی تاثیر غیر معمولی تھی۔ دوسرا صامت تھا جو علم موسیقی میں لاجواب تھا۔ شیخ کا دستور تھا کہ دوران سماع جو کپڑا یا دستارچہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا اسے قوال کو مرحمت فرما دیتے تھے۔ جب شیخ کسی باغ یا خطیرہ میں تشریف لے جاتے تو ڈولے کے ایک طرف اقبال اور دوسری طرف عبداللہ چلتے اور نرم اور رقت آمیز الفاظ میں اشعار پڑھتے جاتے سلطان المشائخ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی اور آنسوان کی آنکھوں سے رواں ہو جاتے۔

ہندی کلام پر کیفیت: حضرت شیخ ''ہندی دوہروں کو بھی بہت پسند کرتے تھے۔ ایک بار ایک قوال نے یہ گانا شروع کیا بنیا من بھاجی ایسا سکھ سین یا سون تو آپ رقص کرنے لگے۔ ایک جگہ رہٹ سے پانی نکالا جا رہا تھا۔ بیلوں کو چلانے والا کہہ رہا تھا۔ باہری ہو باہر شیخ پر یہ سن کر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ ایک بار جماعت خانہ کے بالائی حصہ پر محفل سماع منعقد ہوئی۔ یہ غیاث الدین تغلق کا عہد تھا اور غالباً وسیع محفل سماع پر کچھ اعتراض ہوگا جس کے پیش نظر یہ مجلس کوٹھے پر منعقد ہوئی میر خورد کا بالخصوص یہ لکھنا کہ یہ غیاث الدین تغلق کے عہد کی بات ہے بے معنی نہیں۔ امیر خسرو کھڑے تھے اور شیخ چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ مریدین کی خاصی تعداد موجود تھی حسن میمندی نے سعدی کا یہ شعر گایا:

مقام: سلسلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم المرتبت مشہور زمانہ بزرگ روحانی جانشین شہنشاہ ولایت تاجدار اولیاء شیخ الاسلام والمسلمین آفتاب چشتیاں جانشین مشائخ چشت اہل بہشت سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی چشتی رضی اللہ عنہ خواجہ خواجگان خواجہ سید معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری قدسرہ کے کامل روحانی جانشین ہیں ہندستان میں اہل تصوف میں صف اول کے مشائخ میں شیخ کامل ہیں پوری دنیا میں سلسلہ نظامیہ سے لا تعداد افراد جڑے ہیں حضرت سلطان المشائخ سلسلہ چشتہ میں خواجہ غریب نواز کے بعد مغبول و مشہور ترین شخصیت ہیں امت محمدیہ میں ان چند فرد الفرید میں سے ہیں جن پر اسلام کو اور پورعالم انسانیت کو فخر ہے۔

ایڈیٹر کے نام خط

جناب ایڈیٹر صاحب

اولیاء کونسل کے زیر اہتمام صوفی ٹائمز کا اجراء ایک نہایت ایک مستحسن قدم ہے۔ دور حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے تقریر تحریر اور عمل کے میدان میں آہستہ آہستہ ایک ایک کر کے اٹھتے قدم اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ وسلّم کی مدد اور نظر خاص وعنایت ہے اس با مقصد وجود میں آنے والے ادارے پر جسکا خالص مقصد اللہ کی رضا کی خاطر اسکے محبوبین کی تعلیمات کی ترویج کرنا ہے جو انتہائی قابل تعریف بات ہے۔

میری طلب بھی انہی کی عطا کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

مسالک کی بحث میں دین کی اصل فراموش ہوتی جارہی ہے اور اس پرفتن اور پرآشوب دور میں صرف صوفیاء کا فلسفہء محبت ہی ایک واحد حل ہے اسی راستے یعنی قال اللہ قال الرسول کے رستے پر ہی فلاح ہے اور اسے وہیں ڈھونڈنے کا حق ہے۔ اللہ آپ کو اس مقصد میں کامیاب فرمائے آمین۔

فیصل صدیقی، کراچی

نیک خواہشات

اولیاء کونسل آف نارتھ امریکہ کی میگزین ''صوفی ٹائمز'' کے پہلے ایڈیشن کی اشاعت پر ایڈیٹر اور انکی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ میں سارے مسلمانوں کو، چاہے وہ شیعہ، سنی یا اہل حدیث کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں سبھی کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں کہ اگر ہمارے درمیان کسی بھی طرح کا کوئی اختلاف ہو تو مل بیٹھ کر آپس میں بات چیت کے ذریعہ حل کریں، لڑائی اور جھگڑے کے ذریعہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ہے، اگر ہم سبھی مسلمان بھائی امن کے ساتھ ایک دوسرے سے بات کریں گے تو غلط فہمیاں دور ہو جائیں گیں۔ سبھی مسلمان انسان ہیں اللہ کے بندے ہیں ان کی عزت و احترام کرو، اگر ہم ایک دوسرے کا احترام کریں گے تو آپسی محبت پیدا ہوگی۔ سبھی مسلمان بھائی وہ چاہیے کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتا ہے سبھی کو ایک دوسرے سے مل جل کر رہنا چاہیے، جب سبھی لوگ متحد رہیں گے تو ہماری طاقت بڑھے گی۔ دنیا میں جو مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے، اس سے مقابلہ کرنے کے لیے ہم سب کو متحد ہونا ہوگا اگر ہم سب متحد رہیں گے تو دنیا کی کوئی طاقت ہم لوگوں کو شکست نہیں دے سکتی۔ لیکن ہم سبھی لوگوں میں سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ ہم لوگوں میں اتحاد ہی نہیں ہے اور اسی کا فائدہ دشمنان اسلام اٹھاتے ہیں۔ ہم لوگوں کو شیعہ، سنی، اہل حدیث، دیوبندی مسلک پر جھگڑا نہیں کرنا چاہیے، یہی ہم لوگوں کی سب سے بڑی کمزوری ہے کہ ہم لوگ مسلک پر لڑتے رہتے ہیں، ہم سبھی لوگ مسلمان ہیں بس یہی کافی ہے۔ سبھی لوگ کربلا جاتے ہیں تو کیا وہاں حضرت امام حسینؓ کے روضہ مبارک پر یہ پوچھا جاتا ہے کہ کون شیعہ آیا ہے، کون سنی آیا ہے۔ سبھی لوگ حضرت امام حسینؓ کے روضہ مبارک پر آتے ہیں، اور اپنے مسلک کے حساب سے عبادت کرتے ہیں، وہاں کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ آپ کا مسلک دوسرا ہے آپ یہاں سے چلے جایئے، تو ہم لوگ یہ فرقہ فرقہ کیوں کر رہے ہیں، آپ کہیں بھی کسی بھی پیر، ولی کے روضہ پر جاتے تو آپ سے یہ نہیں پوچھا جاتا ہے کہ آپ کس مسلک سے ہیں تو ہم لوگ آپس میں اختلاف کیوں پیدا کر رہے ہیں، اسی سے تو فساد پیدا ہوتے ہیں، میں یہی کہتی ہوں کہ ہم مسلمان ہیں بس یہی کافی ہے، ہمیں ایک دوسرے کا استقبال کرنا چاہیے، مثال کے طور پر جب ایک نئی نا ویلی دلہن اپنے سسرال آتی ہے تو ہم سب اس کا استقبال کرتے ہیں، ہم یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ وہ اچھی یا بری ہے۔ اگر ہم اس کا استقبال کریں گے تو وہ بھی ہمارے لیے احترام کا معاملہ کرے گی، اسی طرح ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم سبھی لوگ ایک دوسرے مسلمان بھائی کا استقبال کریں۔ نفرتوں سے کچھ نہیں ملتا ہے نفرت کرنے سے زندگی مشکلات میں گھر جاتی ہیں اور پیار محبت سے دنیا آپ کے نزدیک آتی ہے۔ آپ جانور کو ہی دیکھ لو اگر آپ اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتے ہیں تو وہ آپ سے کتنا قریب رہتا ہے۔ جو بارگاہ بنایا اگر اس بارگاہ میں کوئی غیر مسلم بھی آتا ہے تو میں کہوں گی کہ اس کو آنے دو، اس سے ان کے دل میں محبت بڑھتی ہے۔ امام باڑہ سجادیہ بنانے سے متعلق بات یہ ہے کہ میرے بیٹے کی نیت تھی کہ میں ایک امام باڑہ بنواؤں، اور اگر آپ کی نیت صاف ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی منزل کو آسان کر دیتا ہے۔ یہ امام باڑہ میرے نام سے منسوب ہے، اگر ہم سبھی لوگ مل جل کر رہیں گے تو خانقاہ اور امام باڑہ بڑھے گا، اگر ہم لڑتے رہیں گے تو نہ امام باڑہ بڑھے گا اور نہ ہی خانقاہ بڑھے گا۔ اسی لیے بہتر یہی کہ سب مل جل کر چلائیں گے تو دونوں چیزیں انشاء اللہ عروج کو پہنچ جائیں گے، میں تو ہر نماز میں دعا کرتی ہوں کہ یا اللہ جو ارادہ میرے بیٹے نے کیا ہے اور جو کر رہا ہے، اس کی عمر میں برکت دینا اور اتنا توفیق دینا کہ سب مل جل کر اسے آگے لے جا سکے۔ میری دعا ہے کہ انشاء اللہ ایک دن وہ عروج پر ضرور پہنچے گا۔ آمین۔

دعا گو

ساجدہ خاتون

پیغام مبارک باد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم ڈاکٹر ایم-مہدی کاظمی کو ''صوفی ٹائمز'' کے اشاعت کے لیے ہزاروں دعائیں اور مبارکباد۔

میں نے سہ ماہی صوفی ٹائمز کا اداریہ پڑھا بلکہ دوبار پڑھا۔ آپ نے جو یہ قدم اٹھایا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ یقیناً تمام لوگوں تک یہ معلومات پہنچنی چاہیے کہ آخر صوفی ازم کیا چیز ہے؟ صوفی ٹائمز کی اشاعت سے عام لوگ بھی فیض یاب ہوں گے۔ دین کی خدمت ہوگی، آپس کی نفرتیں دور ہوں گی، اخلاق کی بلندی ہوگی، یقیناً اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور باب العلم حضرت شیر خدا اہل بیت حسنینؓ کا سایہ ہمہ وقت موجود ہے اور رہے گا۔ آپ کے پیر و مرشد کا نظر کرم اور خواجہ غریب نوازؒ کی اور میرے جد اعلیٰ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی دعائیں ہمیشہ رہیں گی، خصوصی طور پر میری بہن ساجدہ عرف سلوؔ آپ کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں کا فیض ہے۔ آپ کے اس عظیم کام میں میرے والد پیرزادہ عزیز الدین چشتی، ڈاکٹر سید محمود الحسن رضوی، خان بہادر قاضی عزیز بلگرامی کی روحوں کو بھی بے حد خوشی ہوگی۔

منتظر ہوں کہ یہ رسالہ ''صوفی ٹائمز'' جلد از جلد میرے نظروں سے گزرے، قابل لائق تحسین اور مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جنھوں نے اس کام میں آپ کی حوصلہ افزائی کی، میری دلی دعائیں ان تمام حضرات کے ساتھ ہیں جو اس عظیم مشن میں آپ کے ساتھ ساتھ ہیں، ان کو میرا اسلام۔

دعا گو ہوں

پیرزادہ عیاض الدین چشتی عرف رئیس میاں فریدی

سجادہ نشین، درگاہ فتح پور سیکری، آگرہ